رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶ ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

پنجاب پریس اخبارات (ریک)

فاروق

ایڈیٹر:- میر قاسم علی احمدی

جلد ۱۸ | قادیان مورخہ ۷/۱۴ جولائی سنہ ۱۹۳۳ء مطابق ۱۳/۲۰ ربیع الاوّل سنہ ۱۳۵۲ھ | نمبر ۱۳/۱۴

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلسلہ کی خبریں

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز آج کل بغرض تبدیل آب و ہوا پالم پور تشریف رکھتے ہیں۔ ہفتہ زیر اشاعت میں حضور کو درد شکم اور اسہال کی شکایت رہی۔ تازہ ڈاکٹری اطلاع یہ ہے۔ کہ اب نسبتاً آرام ہے لیکن صحت کلی نہیں ہوئی۔ احباب حضور کے صحت کے لئے خاص طور پر دعائیں کریں۔

(۲) خاکسار ایڈیٹر فاروق اپنے ایک ذاتی کام کے لئے جس کی کامیابی کی خاطر میں احباب سلسلہ و ناظرین فاروق سے درخواست دعا کرتا ہوں دو دفعہ لاہور گیا تھا۔ اور ایک ہفتہ تک لاہور رہنا پڑا۔ اس وجہ سے ۷ر جولائی کا پرچہ شائع نہ کر سکا۔ جس کی میں معافی چاہتا ہوں۔ اب دونوں ہفتہ ۷/۱۴ جولائی کا پرچہ اکٹھا شائع کیا جاتا ہے۔

(۳) ۱۱ر جولائی کو مسٹر عبدالغفور صاحب کرک ضلع اکبر مکرمی ڈاکٹر عبدالغنی صاحب کرک آف زنجبار کا رخصتانہ ہوا۔ اور دوپہر کو پرتکلف دعوت ولیمہ دی۔ جس میں تمام م

وصیتیں

وصیت نمبر ۳۹۵۹

میں مہتاب بی بی زوجہ کریم بخش صاحب قوم ارائیں عمر ۶۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۵ء ساکن اوجلہ ڈاکخانہ گورداسپور ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۳/۵/۳۳ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:

میرے ترکہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ میری جائداد ایک بھینس قیمتی ایک سو روپیہ جو مجھ کو مہر میں ملی ہوئی ہے:

گواہ شد:- عبدالغنی سیکرٹری سکنہ اوجلہ بقلم خود

العبد:- مہتاب بی بی موصیہ مذکور:

گواہ شد:- برکت علی احمدی از منگل باغبانان کاتب الحروف

وصیت نمبر ۳۷۳۵

میں سراج الدین ولد میاں غلام قادر قوم جٹ باجوہ پیشہ ملازمت تاریخ بیعت ۱۹۱۶ء ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۳/۵/۳۳ کو حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میرے مرنے کے بعد جس قدر میری جائداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میری اس وقت حسب ذیل جائداد ہے۔

ایک مکان سکنی واقعہ محلہ دارالرحمت قیمت ۳۰۰/- روپیہ اس مکان کا اتنا ہی قرضہ ہے۔ میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ مبلغ گیارہ روپیہ ماہوار ہے۔ میں تا زیست اس کا ۱/۱۰ حصہ انجمن مذکور کو ادا کرتا رہوں گا۔ والسلام:

گواہ شد:- عبداللہ جان پشاوری۔

العبد:- سراج الدین خادم مسجد اقصےٰ قادیان۔

گواہ شد:- حکیم عطا محمد بقلم خود:

اطلاع:- جن احباب کا چندہ ۳۰ر جون کو ختم ہو چکا ہے۔ انکے نام اور جن خریداران نے وی پی واپس کر رکھے ہیں:

(الف کے نام غفلت دی پارسل کے جائیں گے دوسرا فرمائیں۔ (رجسٹر فاروق)

ہر بزرگان سلسلہ و احباب قادیان کو مبارکباد عرض کی گئی۔ اخبار فاروق ایڈیٹر صاحب پر پندرہ روزہ کی بجائے ہفتہ وار کرنے کی درخواست کی گئی۔ ایڈیٹر صاحب نے ہفتہ وار کرنے کا وعدہ کیا۔ انجمن احمدیہ پر مبارکباد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فاروق

قادیان دارالامان مورخہ ۱۴/۷ رجولائی ۱۹۳۳ء

کلام الامام امام الکلام

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

قبولیتِ دعا

پس میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ استقامت کے حصول کے لئے مجاہدہ کریں۔ اور ریاضت سے اسے پائیں کیونکہ وہ انسان کو ایسی حالت پر پہنچا دیتی ہے۔ جہاں اس کی دعا قبولیت کا شرف حاصل کرتی ہے۔ اس وقت بہت سے لوگ دنیا میں موجود ہیں۔ جو عدم قبولیت دعا کے شاکی ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ افسوس تو یہ ہے۔ کہ جب تک وہ استقامت پیدا نہ کریں دعا کی قبولیت کی لذت کو کیونکر پا سکیں گے۔ قبولیت دعا کے نشان ہم اسی دنیا میں پاتے ہیں۔ استقامت کے بعد انسانی دل پر ایک برودت اور سکینت کے آثار پائے جاتے ہیں۔ کسی قسم کی بظاہر ناکامی اور نامرادی پر بھی دل نہیں جلتا۔ لیکن دعا کی حقیقت سے ناواقف رہنے کی صورت میں ذرا ذرا سی نامرادی بھی آتش جہنم کی ایک لپیٹ ہو کر دل پر مستولی ہو جاتی ہے۔ اور گھبرا گھبرا کر بے قرار کئے دیتی ہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ۔ بلکہ حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تپ بھی نار جہنم ہی کا ایک نمونہ ہے۔ اب یہاں ایک اور بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پا جانا تھا۔ اس لئے ظاہری طور پر ایک نمونہ اور خدا نمائی کا آلہ دنیا سے اٹھنا تھا۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک آسان راہ رکھ دی۔ کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی۔ کیونکہ محبوب اللہ مستقیم ہی ہوتا ہے۔ زیغ رکھنے والا کبھی محبوب نہیں بن سکتا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی ازدیاد اور تجدید کے لئے ہر نماز میں درود شریف کا پڑھنا ضروری ہو گیا۔ تاکہ اس دعا کی قبولیت کے لئے استقامت کا ایک ذریعہ ہاتھ آئے۔ یہ ایک مانی ہوئی بات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ظلی طور پر قیامت تک رہتا ہے صوفی کہتے ہیں۔ کہ مجددین کے اسماء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ہی ہوتے ہیں یعنے ظلی طور پر وہی نام ان کو کسی ایک رنگ میں دیا جاتا ہے۔ شیعہ لوگوں کا یہ خیال کہ ولایت کا سلسلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر ختم ہو گیا۔ محض غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو کمالات سلسلہ نبوت میں رکھے ہیں۔ مجموعی طور پر وہ ہادی کامل پر ختم ہو چکے ہیں۔ اب ظلی طور پر ہمیشہ کے لئے مجددین کے ذریعہ سے دنیا پر اپنا پرتو ڈالتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو قیامت تک رکھے گا۔ میں جو کہتا ہوں کہ اس وقت بھی خدا تعالیٰ نے دنیا کو محروم نہیں چھوڑا۔ اور ایک سلسلہ قائم کیا ہے۔ ہاں اپنے ہاتھ سے اس نے ایک بندہ کھڑا کیا۔ اور وہ وہی ہے جو تم میں بیٹھا ہوا بول رہا ہے۔ اب خدا تعالیٰ کے نزول رحمت کا وقت ہے۔ دعائیں مانگو۔ استقامت چاہو۔ اور درود شریف جو حصول استقامت کا ایک زبردست ذریعہ ہے۔ بکثرت پڑھو۔ مگر نہ رسم اور عادت کے طور پر۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اور احسان کو مدنظر رکھکر اور آپ کے مدارج اور مراتب کی ترقی کے لئے۔ اور آپ کی کامیابیوں کے واسطے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ قبولیت دعا کا شیریں اور لذیذ پھل تم کو ملے گا۔ قبولیت دعا کے تین ہی ذریعے ہیں۔ اول ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی۔ دوم۔ یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ تیسرا موہبت الٰہی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ عام قانون ہے۔ کہ وہ نفوس انبیاء کی طرح دنیا میں بہت سے نفوس قدسیہ ایسے پیدا کرتا ہے۔ جو فطرتاً استقامت رکھتے ہیں۔

یہ بات بھی یاد رکھو۔ کہ فطرتاً انسان تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک فطرتاً ظالم لنفسہ۔ دوسرے مقتصد یعنے کچھ نیکی سے بہرہ اور کچھ برائی سے آلودہ سوم بُرے کاموں سے متنفر اور سابق بالخیرات۔ پس یہ آخری سلسلہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ اجتبیٰ اور اصطفیٰ کے مراتب پر پہنچتے ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام کا گروہ ایسے پاک سلسلہ میں سے ہوتا ہے۔ اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری ہے۔ دنیا ایسے لوگوں سے خالی نہیں۔

بعض لوگ دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ کہ میرے لئے دعا کرو۔ مگر افسوس ہے کہ وہ دعا کرانے کے آداب سے واقف نہیں ہوتے۔ عنایت علی نے دعا کی ضرورت سمجھی۔ اور خواجہ علی کو بھیج دیا۔ کہ آپ جا کر دعا کرائیں۔ کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک دعا کرانے والا اپنے اندر ایک صلاحیت اور اتباع کی عادت نہ ڈالے دعا کارگر نہیں ہو سکتی۔ مریض اگر طبیب کی اطاعت ضروری نہیں سمجھتا۔ ممکن نہیں کہ فائدہ اٹھا سکے۔ جیسے مریض کو ضروری ہے۔ کہ استقامت اور استقلال کے ساتھ طبیب کی رائے پر چلے تو فائدہ اٹھائے گا۔ ایسے ہی دعا کرانے والے کے لئے آداب اور طریق ہیں۔ تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے۔ کہ ایک بزرگ سے کسی نے دعا کی خواہش کی۔ بزرگ نے فرمایا۔ کہ دودھ چاول لاؤ۔ وہ شخص حیران ہوا۔ آخر وہ لایا۔ بزرگ نے دعا کی۔ اور اس شخص کا کام ہو گیا۔ آخر اسے بتلایا گیا۔ کہ یہ صرف تعلق پیدا کرنے کے لئے تھا۔ ایسا ہی باوا فرید صاحب کے تذکرہ میں لکھا ہے۔ کہ ایک شخص کا قبالہ گم ہوا۔ اور وہ دعا کے لئے آپ کے پاس آیا۔ تو آپ نے فرمایا مجھے حلوا کھلاؤ۔ اور وہ قبالہ حلوائی کی دوکان سے مل گیا۔ ان باتوں کے بیان کرنے سے میرا یہ مطلب ہے۔ کہ جب تک دعا کرنے والے اور کرانے والے میں ایک تعلق نہ ہو۔

(بقیہ نمبر ۱۴ کے لئے دیکھو صفحہ ۱۳)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہودی مشن

رسالہ کذبات مرزا کا جواب

(سلسلہ گذشتہ)

(از ماسٹر محمد علی اظہر)

جھوٹ نمبر ۹۔ مرزا صاحب "پہلے نبیوں کی کتابوں اور احادیث نبویہ میں لکھا ہے۔ کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت یہ انتشار نور انبیت اس حد تک ہوگا۔ کہ عورتوں کو بھی الہام شروع ہو جائے گا۔ اور نابالغ بچے نبوت کرینگے۔ اور عوام الناس روح القدس سے بولیں گے" (ضرورت الامام ص۵)

ابو عبیدہ "کوئی احمدی یہ حدیث دکھا دے۔ تو علاوہ انعام عام مقررہ کے مبلغ ۵۰۰ روپے نقد انعام کا مستحق سمجھا جائیگا۔ اور اگر نہ دکھا سکے۔ تو اس سے صرف دوبارہ اسلام قبول کر لینا ہی مطلوب ہے۔

اظہر۔ جواب الزامی۔ مشکوٰۃ۔ باب العلامات بین یدی الساعۃ و ذکر الدجال ص۴۰۲ و ۴۰۶ میں مندرجہ ذیل احادیث موجود ہیں۔ (۱) عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من نبی الا قد انذر امتہ الاعور الکذاب الا انہ اعور وان ربکم لیس باعور مکتوب بین عینیہ۔ ک ف ر۔ متفق علیہ۔ انس سے روایت ہے۔ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی نبی نہیں گذرا مگر اس نے ڈرایا اپنی امت کو کانے بڑے جھوٹے سے یعنی دجال سے خبردار ہو کہ مقررہ کانا ہوگا۔ اور بے شک تمہارا رب کانا نہیں۔ اس کی دونو آنکھوں کے درمیان لکھا ہے۔ ک ف ر۔ (تحفہ الاخیار حدیث ۹۳۱۔ کنز العمال جلد ۷ ص۱۹۵ ح۲۰۵۶)

---

(۲) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا احدثکم حدیثا من الدجال ما حدث بہ نبی قومہ انہ اعور وانہ یجیئ معہ بمثل الجنۃ والنار فالتی یقول انہا الجنۃ ھی النار وانی انذرکم کما انذر بہ نوح قومہ۔ متفق علیہ۔ ابی ہریرہ سے روایت ہے۔ کہ اس نے کہا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبردار میں تم کو دجال کے متعلق حدیث بتاؤں۔ جو بیان کی ہے ہر نبی نے اپنی قوم سے یقیناً وہ کانا ہے۔ اور یقیناً اس کے ساتھ چلتے ہیں بہشت اور دوزخ۔ پس وہ جسے .. جنت کہیگا۔ دوزخ ہوگی۔ اور میں تمہیں اسی طرح ڈراتا ہوں۔ جس طرح اس سے نوح نے اپنی قوم کو ڈرایا ہے۔

---

(۳) عن ابی عبیدہ بن الجراح قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انہ لم یکن نبی بعد نوح الا قد انذر الدجال قومہ دانی انذرکموہ۔ ابی عبیدہ بن الجراح سے روایت ہے۔ کہا میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ تحقیق کوئی نبی نہیں ہوا نوح کے بعد لیکن اس نے ڈرایا دجال سے اپنی قوم کو اور تحقیق میں بھی تم کو ڈراتا ہوں۔

(۴) بخاری الجزء الرابع کتاب الفتن باب ذکر الدجال ص۱۵۷۔ .... عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الناس فاثنی علی اللہ بما ھو اھلہ ثم ذکر الدجال فقال انی لانذرکموہ وما من نبی الا وقد انذر قومہ ولکنی ساقول لکم فیہ قولا لم یقلہ نبی لقومہ انہ اعور وان اللہ لیس باعور ... عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہا کھڑے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں پس ثنا کی اللہ کی جیسا کہ وہ اس کا اہل ہے۔ پھر دجال کا ذکر کیا۔ پس فرمایا۔ تحقیق میں ڈراتا ہوں۔ تم کو اور کوئی نبی نہیں ہوا مگر اس نے ڈرایا اپنی قوم کو۔ مگر میں اس کے متعلق ایک ایسی بات تم سے کہتا ہوں۔ جو کسی نبی نے اپنی قوم سے نہیں کہی۔ تحقیق وہ کانا ہے۔ اور یقیناً اللہ کانا نہیں ہے۔

دیکھا جناب سائنس ماسٹر صاحب۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر زور شور سے اس حدیث کو بیان فرمایا ہے۔ اور مختلف راویوں نے کس شان سے اس کا ذکر کیا ہے۔ لہذا جیسے آپ ہم سے اس حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ویسے ہی ہمیں بھی آپ سے مندرجہ بالا احادیث کے مفہوم کے مطابق کسی نبی کی کتاب میں سے دجال کے متعلق پیشگوئی دکھانے کا مطالبہ کرتا ہوں۔ آپ اپنے سب ہم نواؤں کو اپنے ساتھ ملالیں۔ اور مل کر اس جدوجہد اور کوشش میں اپنا لہو پانی ایک کر دیں۔ اگر آپ لوگوں میں سے کوئی کسی نبی کی کتاب میں سے دجال کے متعلق ایسی انذاری پیشگوئی دکھا دے۔ تو وہ مبلغ ۵۰۰ روپے نقد انعام کا مستحق سمجھا جائیگا۔ اور اگر نہ دکھا سکے۔ تو اس سے صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صدق دل سے ایمان لے آنا ہی مطلوب ہے۔ کیونکہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ بالا احادیث صحیح ہیں۔ گو کسی نبی کی کتاب میں دجال کا ذکر اس رنگ میں نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مندرجہ بالا پیش کردہ تحریر بالکل صحیح ہے۔ اگرچہ بزعم آپ کے کسی حدیث میں ایسا ذکر نہیں ہے۔

جواب تحقیقی:۔ چونکہ بائیبل میں "یوایل نبی کی کتاب کے باب ۲ درس ۲۸ تا ۳۱ میں" حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبارت مندرجہ بالا کا مفہوم کھلے لفظوں میں موجود تھا۔ اس لئے آپ کو بائیبل کا حوالہ پوچھنے کا حوصلہ نہیں پڑا۔ ورنہ جیسے جھوٹ ۱۸ و ۲۴ و ۲۵ میں آپ نے انجیل اور بائیبل کے حوالوں کا مطالبہ کیا ہے یہاں بھی کر سکتے تھے۔ عبارت پیش کردہ کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور طرزِ کلام خود کہے دیتا ہے۔ کہ اس میں بائبل کی کتابوں کی طرف ہی اشارہ ہے۔ کیونکہ "نبوت کرینگے" اور "روح القدس سے بولیں گے" یہ طرز تحریر بائبل کی کتابوں کی ہے۔ چنانچہ مندرجہ بالا حوالہ کی عبارت درج ذیل ہے :-

"اور اس کے بعد ایسا ہوگا۔ کہ میں اپنی روح سارے بشر پر ڈھالوں گا۔ اور تمہارے بیٹے بیٹیاں نبوت کریں گے۔ اور تمہارے بوڑھے خواب دیکھیں گے۔ اور تمہارے جوان رویتیں۔ بلکہ میں انہی دنوں میں اپنی روح کو غلاموں اور لونڈیوں پر ڈھالوں گا۔ اور میں آسمانوں اور زمین پر عجیب قدرتیں ظاہر کروں گا۔ یعنی لہو اور آگ اور دھوئیں کے ستون۔ سورج اندھیرا اور چاند لہو ہو جائیگا۔ پیشتر اس کے کہ خداوند کا بڑا اور خوفناک دن آپہنچے"

احادیث نبویہ میں آخری زمانہ میں جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ہے۔ انتشار نورانیت کا ذکر تو ہے۔ لیکن "نبوت کرینگے" اور "روح القدس سے بولیں گے" کے لہجہ اور طرز میں نہیں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرز کو اختیار نہیں کیا ہے۔ نبی کا نام صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ستودہ صفات کے لئے استعمال کیا ہے۔ جہاں فرمایا ہے۔ فیوشک نبی اللہ عیسیٰ واصحابہ۔ (مشکوٰۃ۔ باب بین یدی الساعۃ ص۴۶۳) (کنز العمال جلد ۷ ص۱۹۲ ع۲۰۱۶)

اب میں زمانہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں انتشار نورانیت کے متعلق جو احادیث ہیں۔ انہیں یہاں نقل کرتا ہوں :-

(۱) اذا اقترب الزمان لم یکد یکذب رؤیا المومن ورؤیا المومن جزء من ستۃ واربعین جزءا من النبوۃ وما کان من النبوۃ فانہ لا یکذب (بخاری جزء الرابع باب القید فی المنام ص۱۰۳۵)

حب قرب قیامت ہوگا۔ تو قریب نہیں ہے۔ کہ مومن کی رؤیا جھوٹی ہو۔ کیونکہ مومن کی رویا نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ اور جو نبوت میں سے ہو۔ تحقیق وہ جھٹلایا نہیں جاتا۔

قرب قیامت چونکہ زمانہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی نام ہے۔ کیونکہ دجال۔ یاجوج ماجوج مسیح۔ دابۃ الارض وغیرہ آثار قیامت میں سے ہیں۔ اسی زمانہ کے متعلق یہ بتایا گیا ہے۔ کہ مومن کی رؤیا اجزائے نبوت میں سے ہونے کی وجہ سے جھوٹی نہیں ہوگی۔ اور نبوت چونکہ نور ہے۔ لہذا اجزائے نبوت جو مومنوں کو حاصل ہوں گے۔ وہ انتشار نورانیت کا باعث ہونگے۔ دیکھو اس حدیث شریف میں "نبوت کرینگے" نہیں بلکہ "من النبوت" فرما دیا ہے۔ اور مومن کے لفظ میں مرد عورت چھوٹے بڑے سب شامل ہیں۔ کیونکہ قرآن شریف میں بظاہر مخاطب مومن مرد ہی ہیں۔ مگر حقیقتاً عورتیں اور بچے بھی مخاطب ہیں۔ مثلاً وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا (اور اللہ کے واسطے ان لوگوں پر جو اس گھر تک جانے آنے کی طاقت رکھتے ہوں۔ حج فرض ہے۔ دیکھئے اس آیت میں "ناس" کا لفظ فرمایا ہے "نساء" کا لفظ نہیں فرمایا۔ جو عورتوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن حقیقتاً مخاطب عورتیں بھی ہیں جو استطاعت رکھتی ہوں۔ یا مثلاً من یعمل الصلحٰت من ذکر او انثیٰ وھو مومن فاولٰئک یدخلون الجنۃ ج۵ ع۱۵۔ اور جو کوئی نیک عمل کرتا ہے۔ خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو۔ پس یہی لوگ ہیں۔ جو بہشت میں داخل ہونگے۔ دیکھو اس آیت شریف میں مرد اور عورت دونوں کے لئے مومن کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ پس مومن کے لفظ میں سب مرد عورت شامل ہیں۔

(ب) نہ صرف یہ کہ مومنوں کو رؤیا ہونگے۔ بلکہ جبریل اور ملائکہ ان کو ندائیں دینگے۔ اور اس طرح سے انتشار نورانیت ہوگا۔ مثلاً

(۱) حجج الکرامۃ ص۳۴۵ و اقترب الساعۃ ص۶۷ میں مذکور ہے "واز انجملہ آنکہ ندا کند منادی از آسمان بنام مہدی و بشنود آنرا ہر کہ در مشرق است و ہر کہ در مغرب یعنی مہدی کی علامات میں سے ایک یہ علامت ہے۔ کہ آسمان سے پکارنے والا مہدی کے نام پر آواز دیگا۔ اور اس کی آواز کو سب لوگ سنیں گے۔ وہ جو مشرق میں ہیں۔ اور نیز وہ جو مغرب میں ہیں۔

(۲) مہدی کے سر پر ایک فرشتہ ہوگا۔ اور وہ ندا کرے گا۔ ھذا خلیفۃ اللہ المھدی فاسمعوا واطیعوہ۔ یعنی یہ خدا کا خلیفہ مہدی موعود ہے۔ پس اس کی بات کو سنو۔ اور اس کی اطاعت کرو۔ (رواہ نعیم وخطیب)

(۳) ایک پکارنے والا آسمان سے پکارے گا۔ ان امیرکم فلان فذالک المھدی۔ یعنی فلاں شخص تمہارا امیر ہے۔ اور وہ امیر مہدی موعود ہوگا۔ رواہ نعیم بن حماد ملاحظہ ہو اقترب الساعۃ ص۱۳ و حجج الکرامۃ ص۳۵)

قرآن شریف سے بھی اس امر کی تصدیق ہوتی ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۱۰۵ تا ۱۲۵ میں تحریر فرمایا ہے۔

"یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ نبی کے نزول کے وقت ایک لیلۃ القدر ہوتی ہے۔ جس میں وہ نبی اور وہ کتاب جو اس کو دی گئی ہے۔ آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ اور فرشتے آسمان سے اترتے ہیں لیکن سب سے بڑی لیلۃ القدر وہ ہے۔ جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی ہے۔ درحقیقت اس لیلۃ القدر کا دامن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قیامت تک پھیلا ہوا ہے۔ اور جو کچھ انسانوں میں دلی اور دماغی قویٰ کی جنبش آنحضرت صلعم کے زمانہ سے آج تک ہو رہی ہے۔ وہ لیلۃ القدر کی تاثیریں ہیں۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۵ کالم ۲ پر ختم ہوتا ہے)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور اشتعار کے عقلی قویٰ ایک کج اور ایک غیر مستقیم طور سے جنبش میں آتی ہیں۔ اور جس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نائب دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو یہ تحریکیں بڑی تیزی سے اپنا کام کرتی ہیں۔ . . .

درحقیقت اسی آیت کو سورۃ الزلزال میں مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ سورۃ الزلزال سے پہلے سورۃ القدر نازل کرکے یہ ظاہر فرما دیا گیا ہے کہ سنۃ اللہ اسی طرح پر جاری ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کا کلام لیلۃ القدر میں ہی نازل ہوتا ہے۔ اور اس کا نبی لیلۃ القدر میں نزول فرماتا ہے۔ اور لیلۃ القدر میں ہی وہ فرشتے اترتے ہیں۔ جن کے ذریعہ سے دنیا میں نیکی کی طرف تحریکیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور وہ ضلالت کی پُر ظلمت رات سے شروع کرکے طلوع صبح صداقت تک اسی کام میں لگے رہتے ہیں کہ مستعد دلوں کو سچائی کی طرف کھینچتے رہیں . . . پھر بعد اس کے آنے والے زمانہ کے لئے خدا تعالیٰ سورۃ الزلزال میں بشارت دیتا ہے۔ اور اذا زلزلت کے لفظ سے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ تم یہ نشانیاں دیکھو تو سمجھ لو۔ کہ وہ لیلۃ القدر اپنے تمام تر زور کے ساتھ پھر ظاہر ہوئی ہے۔ اور کوئی ربانی مصلح خدائے تعالیٰ کی طرف سے مع ہدایت پھیلانے والے فرشتوں کے نازل ہو گیا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔

اذا زلزلت الارض زلزالھا واخرجت الارض اثقالھا۔ وقال الانسان مالھا ۔ یومئذ تحدث اخبارھا بان ربک اوحی لھا۔ یومئذ یصدر الناس اشتاتا لیروا اعمالھم۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ۔ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔ یعنی ان دنوں کا جب آخری زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی عظیم الشان مصلح آئیگا۔ اور فرشتے نازل ہونگے۔ یہ نشان ہے۔ کہ زمین جہاں تک اس کا ہلانا ممکن ہے ہلائی جائیگی۔ یعنی طبیعتوں اور دلوں اور دماغوں کو غائت درجہ پر جنبش دی جائیگی۔ اور خیالات عقلی و فکری اور سبھی اور نہیں پورے پورے جوش کے ساتھ حرکت میں آجائیں گے۔ اور زمین اپنے تمام بوجھوں کو باہر نکال دیگی۔ یعنی انسانوں کے دل اپنی تمام استعدادات مخفیہ کو منصہ ظہور لائینگے اور جو کچھ ان کے اندر علوم و فنون کا ذخیرہ ہے۔ یا جو کچھ عمدہ عمدہ دلی و دماغی طاقتیں اور لیاقتیں ان میں مخفی ہیں۔ سب کی سب ظاہر ہو جائینگی۔ اور انسانی قوتوں کا آخری نچوڑ نکل آئیگا۔ اور جو جو ملکات انسان کے اندر ہیں یا جو جو جذبات اس کی فطرت میں مودع ہیں۔ وہ تمام ممکن قوت سے حیز فعل میں آجائیں گے۔ اور انسانی حواس کی ہر ایک نوع کی تیزیاں اور بشری عقل کی ہر ایک قسم کی باریک بینیاں نمودار ہو جائینگی۔ اور تمام دفائن و خزائن علوم مخفیہ و فنون مستودعہ کے جو چھپے ہوئے چلے آتے تھے۔ ان سب پر انسان فتحیاب ہو جائیگا اور اپنی فکری اور عقلی تدبیروں کو ہر ایک باب میں انتہا تک پہنچا دیگا۔ اور انسان کی تمام قوتیں جو نشاء انسانی میں مخمر ہیں صدہا طرح کی تحریکوں کی وجہ سے حرکت میں آجائینگی اور فرشتے جو اس لیلۃ القدر میں مرد مصلح کے ساتھ آسمان سے اترے ہونگے۔ ہر ایک شخص پر اس کی استعداد کے موافق خارق عادت اثر ڈالیں گے۔ یعنی نیک لوگ اپنے نیک خیال میں ترقی کرینگے۔ اور جن کی نگاہیں دنیا تک محدود ہیں۔ وہ ان فرشتوں کی تحریک سے دنیوی عقلوں اور معاشرت کی تدبیروں میں وہ ید بیضا دکھلائینگے کہ مرد عارف متحیر ہو کر اپنے دل میں کہیگا۔ کہ یہ عقلی اور فکری طاقتیں ان لوگوں کو کہاں سے ملیں۔ تب اس روز ہر ایک استعداد انسانی بزبان حال باتیں کریگی۔ کہ یہ اعلیٰ درجہ کی طاقتیں میری طرف سے نہیں۔ بلکہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک وحی ہے۔ جو ہر ایک استعداد پر بحسب اس کی حالت کے اتر رہی ہے۔ یعنی صاف نظر آئیگا۔ کہ جو کچھ انسانوں کے دل و دماغ کام کر رہے ہیں۔ یہ ان کی طرف سے نہیں۔ بلکہ ایک غیبی تحریک ہے۔ کہ اُن سے یہ کام کرا رہی ہے۔ سو اس دن ہر ایک قسم کی قوتیں جوش میں دکھائی دینگی۔ دنیا پرستوں کی قوتیں فرشتوں کی تحریک سے جوش میں آکر اگرچہ بباعث نقصان استعداد کے سچائی کی طرف رخ نہیں کرینگی۔ لیکن ایک قسم کا ابال اُن میں پیدا ہو کر اور انجماد اور افسردگی دور ہو کر اپنی معاشرت کے طریقوں میں عجیب قسم کی تدبیریں اور صنعتیں اور کلیں ایجاد کرلیں گے۔ اور نیکوں کی قوتوں میں خارق عادت طور پر الہامات اور مکاشفات کا چشمہ صاف صاف طور پر بہتا نظر آئیگا۔ اور یہ بات شاذ و نادر ہوگی کہ مومن کی خواب جھوٹی نکلے۔ تب انسانی قوا کے ظہور و بروز کا دائرہ پورا ہو جائیگا۔ اور جو کچھ انسان کے نوع میں پوشیدہ طور پر ودیعت رکھا گیا تھا۔ وہ سب خارج میں جلوہ گر ہو جائے گا۔ تب خدا تعالیٰ کے فرشتے ان تمام راستبازوں کو جو زمین کی چاروں طرفوں میں پوشیدہ طور پر زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک گروہ کی طرح اکٹھا کر دینگے۔ اور دنیا پرستوں کا بھی ایک کھلا کھلا گروہ نظر آئیگا۔ تا ہر ایک گروہ اپنی کوششوں کے ثمرات کو دیکھ لیوے۔ تب آخر ہو جائیگی۔ یہ آخری لیلۃ القدر کا نشان ہے۔ جس کی بنا ازلی سے ڈالی گئی ہے۔ جس کی تکمیل کے لئے سب سے پہلے خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو بھیجا ہے۔ اور مجھے مخاطب کرکے فرمایا۔ کہ انت اشد مناسبۃ بعیسی ابن مریم واشبہ الناس بہ خلقا وخلقا وزمانا۔ مگر یہ تاثیرات اس لیلۃ القدر کی اب بعد اس کے کم نہیں ہونگی۔ بلکہ بالاتصال کام کرتی رہیں گی۔ جب تک کہ وہ سب کچھ پورا نہ ہو لے۔ جو خدا تعالیٰ آسمان پر مقرر کر چکا ہے۔"

ذرا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اذا اقترب الزمان لم تکد تکذب رؤیا المومن ورؤیا المومن جزء من ستۃ واربعین

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جزاء من النبوت وما کان من النبوۃ فانک لا یکذب کے مفہوم پر نظر ڈالو۔ اور ادھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازالہ اوہام میں سورۃ الزلزال کی تشریح کو دیکھو۔ خصوصاً اذا زلزلت کی تشریح اور یاتی ربک اوحی لہا کی تشریح کو جو ان الفاظ میں ہے۔ کہ نیکوں کی قوتوں میں خارق عادت طور پر الہامات اور مکاشفات کا چشمہ صاف صاف طور پر بہتا نظر آئیگا۔ اور یہ بات شاذ و نادر ہوگی۔ کہ مومن کی جواب جھوٹی نکلے۔ تب انسانی قویٰ کے ظہور و بروز کا دائرہ پورا ہو جائے گا۔ تو اگر کہیں دل کے کسی گوشے میں ہدایت و رشد کا مادہ مخفی ہے۔ تو حقیقت آپ پر واضح ہو جائیگی۔ اور اگر محروم ازلی ہیں۔ تو پھر اس میں کسی کا کیا بس ہے ؎

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اس بارے میں خدا تعالےٰ سے وحی ہو چکی ہے۔ ینصرک رجال نوحی الیہم من السماء تیری مدد وہ لوگ کرینگے۔ جن کے دلوں میں ہم اپنی طرف سے الہام کرینگے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۳) چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کا اکثر حصہ ہے۔ جسے خدا تعالےٰ نے رؤیائے صالحہ اور کشوف و الہامات سے مشرف فرمایا ہے۔ اور اس نے اپنے فضل اور حضرت اقدس کی برکت سے خاکسار کو بھی اس نعمت سے حصہ دیا ہے۔ (باقی دارد)

احباب افریقہ

یہ دوسری مرتبہ احباب افریقہ و بیرون ہند کی خدمت میں بطور یاد دہانی عرض کیا جاتا ہے۔ کہ کئی سالوں سے ان کی توجہ فاروق کی طرف مبذول نہیں ہوئی۔ حالانکہ ان کا وعدہ بھی ہے۔ کہ ہم جلد فاروق کی امداد کرینگے۔ لہذا کمپالا و نیروبی وغیرہ و جدہ کے دوست توجہ فرماویں۔ (مینیجر فاروق)

احمدی مشن

معراج

(بجواب الفقیہ)

معراج جسمانی کے متعلق الفقیہ کے ایک نامہ نگار فاضل نے بہت زور مارا ہے۔ اور ساتھ ہی احمدیوں کی صحیح تحقیق پر نقطہ چینی کرتے ہوئے اپنی قابلیت کا نمونہ پیش کیا ہے۔ اور لکھتے ہیں۔ کہ قادیانی اگر معراج نبوی کی تعبیر کرتے ہیں۔ تو نماز کے حکم کی بھی انہیں تعبیر کرنی چاہیئے۔ کیونکہ صلوٰۃ خمسہ بھی معراج ہی کی رات فرض کی گئی ہیں۔ لیکن فاضل صاحب نے احمدیوں پر تمسخر کرتے ہوئے اتنا نہ سوچ لیا۔ کہ عربی زبان میں صلوٰۃ کے کیا معنے ہیں۔ لغت تو کہتی ہے۔ کہ تحریک الصلوین (سرین ہلانا) کا نام صلوٰۃ ہے۔ اور حضرت جبرئیل کی معرفت آنحضرت صلعم کی صلوٰۃ کی تعبیر ظاہر نہ فرما دینے۔ تو آج فاضل نامہ نگار صاحب کھڑے یا بیٹھے سرین ہلاتے۔ چونکہ صلوٰۃ کا حکم سب اُمت کے عمل کے لئے تھا۔ اس لئے آنحضرت صلعم کو جبرئیل کی معرفت صلوٰۃ کی صاف صاف تعبیر بتا دی گئی۔

پس ہم جو نماز پڑھتے ہیں۔ تو اسی تعبیر کے مطابق پڑھتے ہیں۔ نہ اصل لغوی معنوں کے لحاظ سے۔ اب ہمیں اس کی تعبیر کرنے کی کیا ضرورت۔ اور حضرت جبرئیل کی اس تعبیر سے یہ بھی ظاہر ہو گیا۔ کہ معراج کا نظارہ قابل تعبیر ہے۔ نماز چونکہ ساری اُمت کے لئے عمل میں لانے کی چیز تھی۔ اسی لئے اس کی اسی وقت تعبیر کر دی گئی۔ اور معراج کے دوسرے نظاروں کی تعبیر حضرت امام محمد ابن سیرین وغیرہ آئمہ نے کر دی۔ چاہو تو دیکھو تعطیر الانام فی تعبیر المنام احمدیوں نے اپنی طرف سے معراج کے نظاروں کی تعبیر پیش نہیں کی۔ کہ فاضل صاحب اس کو احمدیوں کی ایجاد قرار دے سکیں۔

فاضل صاحب نے جابجا اپنے مضمون میں معراج جسمانی کے منکر کو ملحد اور بے دین اور قرآن اور حدیث کا مخالف قرار دیا ہے۔ لیکن ہمارا تو دل کانپتا ہے۔ کہ ہم حضرت امیر معاویہ کو یا حضرت انس کو یا حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کو نعوذ باللہ ملحد بے دین اور خدا اور رسول کے مخالف قرار دیں۔ اگر معراج جسمانی سے انکار کرنا اتنا بڑا جرم ہوتا۔ تو سب سے پہلے صحابہ کا حق تھا۔ کہ وہ ایسے لوگوں پر فتویٰ لگاتے۔ مگر انہوں نے نہ تو امیر معاویہ پر فتویٰ لگایا۔ نہ حضرت انس پر اور نہ حضرت عائشہ پر۔ مگر معلوم نہیں۔ الفقیہ کے فاضل صاحب کو یہ کیسے جرأت ہو گئی۔ پھر حضرت عائشہ ایسی علامہ فاضلہ ماہر قرآن اور ماہر حدیث رسول مقبول کی بات کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دینا۔ جنہیں آنحضرت کی ایسی کامل صحبت نصیب ہوئی۔ کہ جو کسی صحابی کو بھی نصیب نہیں ہوئی۔ اور جنہیں خدا تعالیٰ ام المومنین قرار دیں۔ یعنی جس طرح بچہ اپنی ماں کا دودھ پیکر جسمانی زندگی حاصل کرتا ہے اسی طرح مومنین آنحضرت کی ازواج مطہرات سے دینی علم پاکر ایمانی زندگی حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی واسطے آنحضرت صلعم خصوصیت کے ساتھ صحابہ کو حضرت عائشہ سے دین سیکھنے کی تلقین فرما گئے۔ چنانچہ صحابہ آنحضرت کے بعد انہی کی خدمت میں حاضر ہو کر مشکل مسائل حل کروا تے رہے۔ جن کا لقب صدیقہ رضی اللہ عنہا ہے۔ اور آیت تطہیر کے مطابق خدا نے ان کو ہر ایک ظاہری اور باطنی ناپاکی سے محفوظ کر لیا تھا۔ اور آیت واذکرن ما یتلی فی بیوتکن من ایت اللہ والحکمۃ کے مطابق رات دن ان کے گھر میں خدا کا کلام پڑھا جاتا تھا۔ اور وہ اس کو یاد رکھتی تھیں۔ اور جن کی نسبت آنحضرت نے فرمایا۔ کہ اگر میں عائشہ کے بستر پر بھی ہوں۔ تو مجھے وحی ہو جاتی ہے۔ جو ان کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کمال صفائی باطنی کی زبردست دلیل ہے۔ اور جو حضرت عمرؓ ایسے جلیل القدر صحابی کی غلط فہمی کو اپنے خدا داد علم سے دور کریں۔ اور ابن عمرؓ ایسے عالم شخص ان کے آگے خاموشی اختیار کریں۔ ان کی نسبت یہ کہنا۔ کہ انہوں نے معراج کے مسئلہ کو نہیں سمجھا۔ اور فاضل صاحب کے خیال کے مطابق قرآن میں اور حضرت رسول مقبولؐ کے پاک کلمات میں تو صریح جسمانی معراج ثابت ہے۔ مگر حضرت عائشہ اس سے انکار کرتی رہیں۔ حد درجہ کی نادانی ہے۔

اس سے بڑھکر یہ نادانی ہے۔ کہ حضرت عائشہؓ کی بات کو یہ کہکر ٹال دیا جائے۔ کہ معراج کے واقعہ کے وقت حضرت عائشہ بہت چھوٹی تھیں۔ میں کہتا ہوں۔ کہ خود فاضل صاحب کا تو معراج کے واقعہ کے وقت نام ونشان بھی نہ تھا۔ وہ تو آج تیرہ سو سال کے بعد بھی قرآن اور حدیث سے جسمانی معراج ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ تو کیا حضرت عائشہ قرآن سے معراج کے مسئلہ کو نہیں سمجھ سکتی ہیں۔ خصوصاً جبکہ رسول مقبول بھی زندہ موجود تھے۔ اور رات دن وہ آنحضرت کی صحبت میں رہتی اور حدیث رسولؐ کو اپنے کانوں سے سنتیں۔ اور ان کے گھر میں رات دن وحی نازل ہوتی تھی۔ بھلا ان سے اس مسئلہ کی حقیقت مخفی رہ سکتی تھی۔ اور حضرت انسؓ بھی حضور صلعم کے رات دن کے خادم اور زیادہ صحبت میں رہنے والے تھے۔ اور امیر معاویہؓ بھی۔ کیونکہ وہ اس وقت بہت غریب تھے۔ جیسا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ اما معاویۃ فصعلوک اور غربا کو بھی آنحضرت کی صحبت کا بہت موقعہ ملتا تھا۔ اسلئے ان کی بات بھی زیادہ قبول کے لائق ہے۔ اور ہوسکتا ہے۔ کہ دیگر صحابہ نے حضرت عائشہ صدیقہ سے جب معراج کا مسئلہ معلوم کر لیا ہو۔ تو انہوں نے اپنے خیال سے رجوع کر لیا ہو۔ مگر جن لوگوں کے سامنے وہ پہلے معراج جسمانی کا خیال ظاہر کر چکے ہوں۔ انہوں نے ان کے رجوع سے ناواقفی کے باعث ان کی پہلی روایتیں ہی بیان کر دی ہوں۔

پھر فاضل صاحب ایک اور ڈھکوسلا لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ معراج کی رات آنحضرتؐ کے گھر کونے کونے میں ڈھونڈتے رہے۔ بھلا یہ کوئی ماننے کی بات ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ ایسا دانا انسان رات کے وقت جبکہ سب لوگ سوئے پڑے ہوں۔ وہ آنحضرتؐ کے گھر کے دروازے کس طرح کھول کر آنحضرتؐ کے گھر کی تلاشی لیتا پھرے۔ اور اگر خلاف عقل یہ بات مان بھی لیں۔ تو آنحضرتؐ تو معراج کی رات حطیم میں تھے (صفحہ کام اوّل میں فاضل صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں) جو کہ بیت اللہ کا ایک حصہ ہے ایسی حالت میں آنحضرتؐ اپنے مکان کے اندر حضرت ابوبکر کو کیسے نظر آسکتے تھے۔ اور پھر اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ چونکہ ابوبکر کو آنحضرت مکان میں نظر نہیں آئے۔ اس لئے وہ ضرور جسم کے ساتھ ہی آسمان پر چلے گئے۔ بڑی بھاری غلطی ہے۔ ہاں اگر حضرت ابوبکر اس رات بیت اللہ میں جاکر تلاش کرتے۔ اور پھر آنحضرتؐ ان کو نہ ملتے۔ تو فاضل صاحب کسی قدر دلیل پکڑ سکتے تھے۔ مگر اب تو حضرت ابوبکر اور حضرت عائشہ کے بیان میں اختلاف ظاہر کرنے کی ناجائز کوشش کر کے یہ کہنا کہ بیٹی سے باپ کی بات زیادہ قابل اعتبار ہے۔ یہ کسی عقلمند کے منہ کا کلمہ نہیں ہوسکتا۔ فاضل صاحب نے اپنے سارے مضمون کی بنیاد زیادہ تر چار لفظوں پر رکھی ہے۔ ایک اسرا دوسرا عروج تیسرا عبد اور چوتھا رفع لیکن اہل علم جانتے ہیں۔ کہ یہ فاضل صاحب کی خود ساختہ لغت ہے۔ یہ دعویٰ کہ اسرا جسم اور روح دونوں کی سیر پر بولا جاتا ہے۔ اسی طرح یہ دعویٰ کہ عروج اور رفع بھی جسم اور روح دونوں کے اٹھانے پر بولا جاتا ہے۔ اور یہ کہ عبد جسم اور روح دونوں کے مجموعے کا نام ہے۔ یہ تمام دعویٰ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے ؛

اس سے ہمیں انکار نہیں۔ کہ اسرا رات کے چلنے کو کہتے ہیں۔ مگر یہ دعویٰ کرنا کہ اس کے معنے صرف ظاہری جسم اور روح کے ساتھ چلنے کے ہیں۔ یہ درست نہیں۔ چنانچہ قصیدہ بردہ والا کہتا ہے ؎

نعم سری طیف من اھوی فارقنی

دیکھو اس کا محبوب ظاہری جسم کے ساتھ تو اپنی جگہ پر ہے۔ لیکن تصور میں جب اس کا خیال اس کے پاس آیا ہے۔ تو اس پر بھی وہ سری کا فعل استعمال کرتا ہے۔ حالانکہ خیال اور تصور ایک روحانی وجود ہوتا ہے۔ جو کسی کو بھی ان ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔ صرف روحانی آنکھیں ہی ان کو دیکھتی ہیں۔

اسی طرح دیوان حماسہ کا فصیح بلیغ شاعر کہتا ہے ؎

عجبت لمسراھا وانّی تخلّصت
الیّ ومابابُ السجون دونی مغلق

اس شعر میں بھی کوئی مادی وجود قید خانہ کے بند دروازہ میں سے ہو کر رات کو اس شاعر کے پاس نہیں گیا۔ بلکہ وہ بھی ایک روحانی وجود تھا۔ جو اس کے تصور سے پیدا ہوا۔ پھر اتنا تو سوچو۔ کہ جسمانی آنکھوں سے سیر کرنے کے لئے دن کا وقت زیادہ موزون ہوتا ہے یا رات کا۔ اس سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت کا معراج بذریعہ خواب تھا۔ کیونکہ رات خدا نے سونے کے لئے بنائی ہے۔ اس لئے روحانی سیر کے لئے رات ہی زیادہ موزون ہوسکتی ہے۔ لیکن اگر کوئی آنحضرتؐ کے خواب کو ایک معمولی خواب قرار دیتا ہے۔ تو یہ اس کی سخت نادانی ہے۔ بلکہ آنحضرتؐ کی خواب ہماری بیداری سے بلکہ آنحضرتؐ کی اپنی بیداری سے بھی بڑھکر ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ کی خواب بھی وحی الٰہی ہے۔ پھر یہ بھی سوچنا چاہیئے۔ کہ خواب میں کبھی انسان آسمان پر اڑتا ہے۔ اور کبھی دریا میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تیرتا ہے۔ کبھی کسی ملک میں جاتا ہے۔ کبھی کسی شہر میں۔ مگر کیا اس کی یہ ساری سیر جسم کے بغیر ہوتی ہے بلکہ خواب میں وہ اپنے اصلی جسم کے مشابہ ایک جسم بھی اپنا دیکھتا ہے۔ اس لحاظ سے ہم آنحضرتؐ کے معراج کو جسمانی معراج بھی کہہ سکتے ہیں۔ مگر وہ جسم عالم بیداری کا جسم نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ جسم عالم خواب کا ہوتا ہے۔ عالم بیداری کا جسم تو اپنی ہی جگہ پہ پڑا رہتا ہے۔ لیکن رات کے وقت خواب میں سیر کرنیوالا جسم ایک روحانی جسم ہوتا ہے۔ اور وہ ہمارے اس جسم سے بالکل جدا ہوتا ہے:۔

اسی طرح عروج کا لفظ ہے۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ تعرج الملئکۃ والروح الیہ کہ فرشتے اور روح خدا کی طرف عروج کرتے ہیں۔ اب ظاہر ہے۔ کہ ملائکہ بھی کوئی مادی اور جسمانی وجود نہیں رکھتے۔ بلکہ وہ ارواح طیبہ ہیں۔ اگر یہ لفظ صرف مادی جسم اور روح دونوں کے مجموعے کے لئے ہی مخصوص ہوتا۔ تو ملائکہ اور روح کی نسبت خدا تعالیٰ یہ لفظ استعمال نہ فرماتا۔ پھر طبقات کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۶ پر حضرت امام حسنؓ کا ایک خطبہ درج ہے۔ جس میں انہوں نے منبر پہ کھڑے ہو کر تمام صحابہ کے سامنے فرمایا۔ ولقد قبض فی اللیلۃ التی عرج فیہا بروح عیسیٰ ابن مریم الخ کہ میرے باپ حضرت علیؓ کی روح اس رات قبض کی گئی۔ جس رات حضرت عیسیٰ کی روح قبض کی گئی۔ یعنی ۲۱ رمضان کی ستائیسویں رات کو۔ دیکھو اس خطبے میں امام صاحب حضرت عیسیٰ کی صرف روح کے اٹھائے جانے پر عروج کا لفظ استعمال فرماتے ہیں۔ جہاں ان کے اس خطبہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ عروج کا لفظ صرف روح کے اٹھائے جانے پر بھی بولا جاتا ہے۔ وہاں اس خطبہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام حسنؓ اور دوسرے جتنے صحابہ جو حضرت علی کی وفات پر جمع تھے۔ ان کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ حضرت عیسیٰ کا جسم آسمان پر نہیں اٹھایا گیا۔ بلکہ ان کی روح دوسرے نبیوں کی طرح آسمان پر اٹھائی گئی تھی۔

اسی طرح تفسیر جلالین پارہ ۲۴ رکوع ۲ آیت اللہ یتوفی الانفس حین موتہا کی تفسیر میں حاشیہ پر طبرانی سے حضرت ابن عباس کی روایت لکھی ہے۔ اذا نام الانسان عرج بروحہ کہ جب انسان سو جاتا ہے۔ تو اس کی روح اٹھائی جاتی ہے۔ اسی طرح وہاں پر حاکم اور طبری دونوں کی مرفوع روایت حضرت علی سے لکھی ہے۔ ما من عبد ولا المرتہ ینام فیمتلی نوماً الا یعرج بروحہ۔ کہ جب بندہ سو جاتا ہے۔ تو اس کی روح اٹھائی جاتی ہے۔ اور سورۃ المص رکوع ۵ آیت لا تفتح لہم ابواب السماء کی تفسیر میں لکھا ہے۔ اذا عرج بارواحہم الیہا بعد الموت فیہبط بہا الی سجین بخلاف المؤمن فیفتح لہ ویصعد بروحہ السماء السابعۃ کما ورد فی حدیث۔ کہ موت کے بعد کافروں کی روحیں بھی آسمان کی طرف اٹھائی جاتی ہیں۔ لیکن ان کو پھر سجین میں گرا دیا جاتا ہے۔ لیکن مومن کی روح کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اور اس کی روح کو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے ساتویں آسمان کی طرف اٹھایا جاتا ہے۔ اور حاشیہ پر آنحضرت صلعم کی وہ مرفوع حدیث بھی صاحب جلالین نے درج کر دی ہے۔

الفقیہ کے فاضل صاحب نے صفحہ ۷ کالم اوّل میں صعود کے معنے کی جو تشریح کی ہے مندرجہ بالا عبارت میں اس کی بھی تردید ہو گئی ہے۔ کیونکہ اس عبارت میں "صعود" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ حالانکہ مومنوں کی روح کو فرشتوں کی مدد سے آسمان پر پہنچایا جاتا ہے۔ براہ راست آسمان پر وہ اپنے آپ نہیں جاتیں۔ اسی طرح عبدک کے لفظ کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی فی جنتی کہ مرنے کے وقت مومن کی روح کو کہا جاتا ہے۔ کہ تو راضی خوشی اپنے رب کی طرف جا۔ اور میری جنت میں میرے صالح بندوں کے ساتھ شامل ہو جا۔ چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں کمالین برحاشیہ جلالین میں حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت درج ہے۔ اذا توفی العبد المؤمن ارسل اللہ لہ ملکین۔ . . . فیقول اخرجی ایتہا النفس المطمئنۃ . . والملئکۃ . . . یقولون فلان جار من الارض روح طیبۃ . . . ثم یقال میکائیل اذہب بہذہ النفس فاجعلہا مع انفس المؤمنین۔ کہ جب مومن بندہ فوت ہوتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ اس کے لئے دو فرشتے بھیجتا ہے۔ جب اس کو وہ آسمان پر لے جاتے ہیں۔ تو آسمان کے فرشتے کہتے ہیں۔ زمین سے پاک روح آئی ہے۔ پھر میکائیل کو حکم ہوتا ہے۔ کہ اس روح کو مومنین کی روحوں میں شامل کر دے۔

غرض خدا تعالیٰ نے اس آیت میں ہر مومن کی روح کو عبد کہا ہے۔ پھر ملائکہ جو ارواح مقدسہ ہیں ان کی نسبت بھی خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وجعلوا الملئکۃ الذین ہم عباد الرحمٰن اناثاً۔ کہ ملائکہ جو خدا کے عبد ہیں کافروں نے ان کو خدا کی لڑکیاں قرار دے رکھا ہے۔ اسی طرح "رفع" کا لفظ ہے۔ جس کے متعلق آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ اذا تواضع العبد رفعہ اللہ الی سماء السابعۃ کہ جب عبد تواضع اختیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ساتویں آسمان کی طرف اٹھا لیتا ہے۔ (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۵)

اور یہ حدیث غور کرو تو آیت یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجٰت کی تفسیر ہے۔ کہ تواضع کرنے والا مومن آسمانوں کے بلند سے بلند درجے حاصل کرتا ہے۔ حتیٰ کہ ساتویں آسمان پر پہنچتا ہے۔ اب دیکھو اس حدیث میں "عبد" کا لفظ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بھی ہے۔ اور "رفع" کا بھی۔ پھر ساتویں آسمان کا بھی ذکر ہے۔ مگر نہ "عبد" سے جسم اور روح دونوں مراد ہیں۔ اور نہ "رفع" سے۔ بلکہ دونوں سے صرف روح مراد ہے۔ جیسا کہ آیت لا تفتح لھم ابواب السماء کی تفسیر میں جلالین کے حاشیہ پر بھی یہ مرفوع حدیث لکھی ہے۔ لہذا الفقیہ کے فاضل نامہ نگار کی خود ساختہ ڈکشنری قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

معراج روحانی کے دلائل

(۱) ما کذب الفؤاد ما رای۔ کہ آنحضرتؐ کے دل نے جو دیکھا وہ جھوٹ نہ تھا۔ جس سے ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ نے معراج کا نظارہ ظاہری آنکھوں سے نہیں بلکہ دل کی آنکھوں سے دیکھا۔ اور و لقد راٰہ نزلۃ اخریٰ سے یہ نکالنا۔ کہ اس میں رویت ظاہری کا ذکر ہے۔ یہ بھی نادانی ہے۔ بلکہ اس آیت میں پہلی رویت کی طرف اشارہ ہے۔ کہ جس طرح پہلی رویت ہوئی۔ اسی طرح دوسری رویت بھی رویت قلبی ہی تھی۔ اگر کوئی یہ خیال کرے۔ کہ بغیر قرینہ کے جب رویت کا لفظ بولا جائے۔ تو اس سے صرف ظاہری رویت ہی مراد ہوتی ہے۔ تو یہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ حضرت یوسفؑ اپنے باپ کو کہتے ہیں۔ کہ انی رایت احد عشر کوکبا۔ کہ میں نے گیارہ ستارے دیکھے ہیں۔ حضرت یوسف نے اپنی رویت کے ساتھ کوئی قرینہ خواب کا بیان نہیں کیا۔ لیکن ان کے والد سمجھ گئے ہیں۔ کہ یوسف کی رویت ظاہری نہیں۔ بلکہ رویت قلبی یعنے خواب ہے۔ اسی طرح سورۂ یوسف کے قیدی بھی بغیر کسی قرینہ کے "انی اراني" کہتے ہیں۔ اور بادشاہ بھی کہتا ہے۔ وقال الملک انی اری" کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ ان مقامات میں ظاہری آنکھ کی رویت مراد ہے۔ الم تر کیف فعل ربک میں کیا آنحضرتؐ کی آنکھ کی ظاہری رویت مراد ہو سکتی ہے ؛

---

(۲) خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین سورۂ سجدہ۔ کہ جنت کی نعمتیں آنکھوں سے مخفی رکھی گئی ہیں۔ کوئی نفس ان کو نہیں جانتا۔ اور حدیث صحیح میں آنحضرتؐ فرماتے ہیں۔ مالا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر واقرؤا ان شئتم فلا تعلم نفس ما اخفی لھم الآیۃ۔ کہ جنت وہ مقام ہے۔ کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا۔ نہ کسی کان نے سنا۔ اور نہ کسی بشر کے دل میں اس کا صحیح تصور اور خیال آسکتا ہے۔ اگر حضورؐ سرور عالم نے اصلی جنت کی سیر کی ہوتی۔ اور معراج کا نظارہ کشفی طور پر عالم مثال میں آپ کو نہ دکھایا گیا ہوتا۔ تو خدا اور اس کا رسول جنت کے متعلق ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہ فرماتے اور نبی کے کشف اور خواب کو عام آدمیوں کی خواب کی طرح سمجھنا اور اس کو حقیر جاننا بیدینی کی بات ہے۔ کیونکہ نبی کی خواب بھی خدا کی وحی ہوتی ہے۔ الفقیہ کے فاضل کو اس پر غور کرنا چاہیئے ؛

---

(۳) خدا تعالیٰ سورۃ حجر رکوع ۴ میں فرماتا ہے۔ ماھم منھا بمخرجین۔ کہ جو جنت میں داخل کیا جاتا ہے۔ اس کو وہاں سے نکالا نہیں جاتا۔ عطاءً غیر مجذوذ کیونکہ وہ غیر منقطع بخشش ہے۔ اگر معراج کی رات آنحضرتؐ کو اصلی جنت میں داخل کیا جاتا۔ تو اس آیت کی رُو سے حضرت سرورِ عالم کا وہاں سے نکالا جانا جائز نہیں ہو سکتا تھا۔

---

(۴) مشکوٰۃ باب التطوع میں صحیح ترمذی کی حدیث لکھی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے بلالؓ کو فرمایا۔ بما سبقتنی الی الجنۃ ما دخلت الجنۃ قط الا سمعت خشخشتک امامی۔ کہ اے بلال کون سے عمل کے سبب تو مجھ سے پہلے جنت میں پہنچا۔ کیونکہ جب کبھی بھی میں جنت میں داخل ہوا ہوں۔ ہر دفعہ میں نے تیری جوتیوں کی آواز اپنے آگے سنی۔ اب جتنے بھی معراج تسلیم کئے جائیں۔ ہر دفعہ حضرت بلال کا بھی جنت میں داخل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ جس طرح خادم آقا سے پہلے منزل پر پہنچتے ہیں۔ حضرت بلال ہر دفعہ آنحضرتؐ سے پہلے جنت میں پہنچتے تھے۔ بلکہ اپنی جوتیوں کے ساتھ داخل ہو جاتے تھے۔ اس صورت میں تو حضرت بلال کا اور ان کی جوتیوں کا بھی جسمانی معراج ماننا پڑیگا۔ اس سے ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ جب کبھی بھی جنت میں تشریف لے گئے۔ یا اپنے آگے حضرت بلال کو دیکھا۔ تو وہ خواب اور کشفی حالت میں دیکھا۔

---

(۵) معراج کے بیان میں یہ بھی آیا ہے۔ کہ آنحضرتؐ کا دل نکال کر دھویا گیا۔ پھر ایک سونے کا تھال لایا گیا۔ جس میں نور اور ایمان بھرا ہوا تھا۔ اور وہ آنحضرتؐ کے دل میں ڈالا گیا۔ اب بتاؤ۔ ظاہری آنکھوں سے تھال کے اندر نور اور ایمان بھرا ہوا کس طرح نظر آسکتا ہے۔

---

(۶) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ جو قرآن اور رسول مقبول کی حدیث کی سب سے زیادہ واقف بلکہ استاد تھیں۔ وہ اپنے خداداد علم کی بنا پر شہادت دیتی ہیں۔ کہ آنحضرتؐ کا معراج اس جسم کے ساتھ نہیں ہوا۔ اور آنحضرتؐ بھی فرماتے ہیں۔ فاستیقظت کہ پھر میں جاگ اٹھا۔ اس فقرہ میں جو فاء ترتیب مع التعقیب کے موجود ہے وہ یہ تاویل نہیں کرنے دیتی۔ کہ آنحضرتؐ معراج سے واپس آکر سو گئے۔ اور پھر اُٹھے۔ بلکہ سب نظارہ آپ نے خواب میں دیکھا۔ اور جب دیکھ چکے۔ تو فوراً آنکھ کھل گئی ؛

فاضل صاحب نے کفار کے سوال کے متعلق بھی بالکل لایعنی بحث کی ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو دو جواب دینے کا حکم فرمایا ہے۔ ایک سبحان ربی۔ دوسرا ھل کنت الا بشرا رسولا پہلے جواب کی تشریح یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چونکہ بنی آدم کے لئے ولکم فی الارض مستقر اور فیہا تحیون اور الم نجعل الارض کفاتاً احیاءً و امواتاً کا قانون مقرر کر چکا ہے جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ زمین ہی تمہارے رہنے کی جگہ ہے۔ اور اسی میں تم نے زندگی کے دن کاٹنے ہیں۔ اور ہم نے زمین کو ایسا بنایا ہے۔ کہ وہ تم کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ چاہے تمہارا وجود زندہ ہو یا مردہ۔ اس لئے میرا اس جسم کے ساتھ آسمان پر جانا جائز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تمہارا یہ سوال خدا تعالےٰ کے مقررہ قانون کے خلاف ہے۔ اور میرا رب اپنے مقرر کئے ہوئے قانون کے خلاف کرنے سے پاک ہے۔

دوسرا جواب یہ دیا۔ کہ آسمان پر آنا جانا ملک رسولوں یعنی فرشتوں کا کام ہے۔ لیکن وما اقول لکم انی ملک۔ میرا تو فرشتہ ہونے کا کوئی دعویٰ نہیں۔ بلکہ میرا دعویٰ بشر رسول ہونے کا ہے۔ اس طرح خدا تعالیٰ نے کفار پر یہ ظاہر کیا۔ کہ تمہارا یہ سوال کہ آنحضرت اس جسم کے ساتھ آسمان پر چڑھ جاویں۔ یہ سوال ہی غلط ہے۔

چشموں اور باغوں اور نہروں کا سوال انہوں نے اس لئے کیا تھا۔ کہ مسلمانوں کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ ان المتقین فی جنت وعیون اور جنت تجری من تحتہا الانہار کہ مومن باغوں میں ہونگے۔ جن کے نیچے نہریں چلتی ہونگی۔ اور چشمے ہونگے۔ اور آسمان گرنے کا سوال انہوں نے اس لئے کیا۔ کہ خدا نے ان کی نسبت فرمایا تھا۔ وان یروا کسفا من السماء ساقطاً یقولوا سحاب مرکوم۔ کہ اگر یہ آسمان کا ٹکڑا گرتے دیکھیں۔ تو کہدیں گے۔ کہ یہ گھٹا ٹوپ بادل ہے۔ اور سماء سے مراد اس جگہ بادل ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ارسلنا السماء مدراراً کہ ہم نے ان پر بادل برسنے والا بھیجا۔ اور یہ محاورہ ہے۔ کہ جب خطرناک تباہی لانیوالی بارش ہوتی ہے۔ تو کہا جاتا ہے کہ آسمان پھٹ پڑا۔

اور خدا اور فرشتوں کے آنے کا سوال انہوں نے اس لئے کیا۔ کہ قرآن میں ان کو کہا گیا تھا۔ ھل ینظرون الا ان یاتیہم اللہ فی ظلل من الغمام والملئکۃ۔ کہ اب یہ خدا اور فرشتوں کے آنے کے منتظر ہیں۔ تاکہ ان کا خاتمہ کیا جائے اور سونے چاندی کے گھروں کا سوال انہوں نے اس لئے کیا۔ کہ خدا نے فرمایا تھا لبیوتہم سقفاً من فضۃ۔ ۔ ۔ ولبیوتہم ابواباً وسرراً علیہا یتکؤن وزخرفاً۔ اس لئے انہوں نے سوال کیا۔ کہ اگر ہمیں سونے چاندی کے گھر نہیں دیتے۔ تو چلو تم اپنے لئے ہی سونے چاندی کے گھر مہیا کرو۔ اور سونے کے گھر سے مراد بھی دولت کی کثرت ہوتی ہے۔ چونکہ یہ سب سوال ان کے درست تھے۔ خدا نے ان کی تردید نہیں فرمائی۔ لیکن آسمان پر چڑھنے کا سوال چونکہ غلط تھا۔ اس لئے اس کے ان کو دو جواب دیئے۔ اور ان کے باقی سوالوں کو اپنے اپنے وقت پر خدا نے پورا کر دیا۔ مسلمان چشموں باغوں اور نہروں کے مالک بنے۔ دجلہ فرات اور باغات عدن وغیرہ ان کے قبضہ میں آئے۔ اور بدر کے مقام پر ملائکہ کا بھی نزول ہوا۔ اور بارش بھی۔ جس میں کفار کے چوٹی کے آدمی ہلاک ہو گئے۔ اور خدا نے ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ فرما کر یہ بھی ظاہر کر دیا۔ کہ صرف فرشتے ہی نہیں آئے تھے۔ بلکہ اس میں خدا کا بھی ہاتھ تھا۔ اور قیصر وکسریٰ کے محل اور سونے چاندی کے خزانے مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ سو خدا نے ان کو بتا دیا کہ خدا کے یہ وعدے غلط نہ تھے۔ بلکہ سچے تھے۔

پس جو سوالات کفار کے قرآن کے مطابق تھے خدا نے ان سب کو اپنے اپنے وقت پر پورا کر کے دکھا دیا۔ اور جو سوال قرآن کے وعدہ کے مطابق نہ تھا۔ اس کو معقول جواب کے ساتھ رد کر دیا۔ کیونکہ قرآن میں کسی جگہ خدا نے یہ وعدہ نہیں فرمایا۔ کہ میں کسی کو زندہ اس جسم کے ساتھ بھی آسمان پر لے جاتا ہوں۔ فاضل صاحب حضرت عیسیٰؑ کے اسی جسم کے ساتھ آسمان پر جانے کا عقیدہ تو رکھتے ہیں مگر افسوس کہ ان کی نسبت بھی قرآن میں کہیں آسمان کا لفظ نہیں آیا۔ بلکہ جس طرح خدا نے اور نبیوں کو اٹھا لیا۔ حضرت عیسیٰؑ کو بھی اسی طرح اٹھایا ہے

اور فاضل صاحب کا یہ کہنا کہ کفار کا مطالبہ یہ تھا کہ آنحضرت بغیر فرشتہ کی مدد کے آسمان پر چلے جائیں یہ بھی ایک بے ہودہ خیال ہے۔ اس طرح کا مطالبہ تو وہ تب کرتے۔ کہ ان کو یہ یقین ہوتا۔ کہ آنحضرتؐ کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ مگر وہ تو اس بات کے قائل ہی نہ تھے۔ جبھی تو وہ کہتے تھے۔ لولا انزل علیہ ملک کہ آنحضرتؐ پر فرشتہ کیوں نہیں نازل ہوتا۔ ایسی حالت میں یہ سوال کرنا۔ کہ فرشتوں کی مدد کے بغیر تم آسمان پر چڑھ جاؤ۔ کیا لغو سوال ہو جاتا ہے معلوم نہیں فاضل صاحب کو کفار کی ایسی نامعقول وکالت کرنے کی کیا ضرورت پیش آگئی۔

نیز فاضل کا ازالہ اوہام صفحہ ۱۲۹ کا حوالہ پیش کرنا اور اس پر نقطہ چینی کرنا ہی سخت بے انصافی ہے۔ کیونکہ اس سارے مضمون کو پڑھکر ہر شخص نہایت آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ کہ وہاں پر حضرت مرزا صاحبؑ معراج جسمانی کے متعلق صحابہ میں اختلاف کا ذکر فرما رہے ہیں۔ کہ دیکھو اکثر صحابہ تو معراج جسمانی کے قائل تھے۔ مگر حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ اس کے خلاف تھیں۔ مگر کسی صحابی نے یہ نہ کہا۔ کہ حضرت عائشہ اجماع اور سواد اعظم کے خلاف عقیدہ رکھتی ہیں۔ اور نہ کسی نے ان پر کوئی فتویٰ لگایا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عائشہ رضؓ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مسیح کے جسمانی رفع کی بھی قائل نہ تھیں۔ ورنہ یہ ناممکن تھا۔ کہ وہ حضرت عیسیٰ کے جسمانی رفع کی قائل ہو کر آنحضرتؐ جو افضل الرسل ہیں۔ ان کے جسمانی رفع سے انکار کر دیتیں۔ غرض اس حوالہ میں تو حضرت مرزا صاحبؑ دوسرے صحابہ کے مقابلہ میں حضرت ام المومنین حضرت عائشہ کو حق بجانب قرار دے رہے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرت مرزا صاحب پہلے معراج جسمانی کے قائل تھے۔ پھر بعد میں معراج روحانی کے قائل ہوئے حد درجہ کی بے انصافی ہے ؛

شیعہ متشن

"تقیہ"

اس وقت میرے زیر نظر شیعہ صاحبان کا اعتقاد ہے۔ ہم شیعہ سنیوں کی کتب کے مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ شیعہ تو حضرت علی کو خلیفہ اوّل بلافصل مانتے ہیں۔ اور اصحاب ثلاثہ کو غاصب اور خلافت کو بے موقع سنبھالنے والے ظاہر کرتے ہیں۔ مگر واقعات سے ثابت ہے۔ کہ حضرت علیؓ نے اصحاب ثلاثہ علیہم رضوان اللہ کی خلافت کو برحق سمجھا۔ ان کی بیعت کی۔ ان کی اقتدار میں نماز پڑھی حضرت عمرؓ کو اپنی دختر بیاہ دی۔ اور سب کی اطاعت میں کام کرتے رہے۔ کبھی انکار نہ کیا۔ جس مہم یا اہم کام کی تفویض کی گئی۔ بوجہ احسن نباہ کر دکھا دیا۔ جس سے صاف ثابت ہے۔ کہ اصحاب ثلاثہ آنحضرت صلعم کے سچے جانشین تھے۔ ان سب باتوں کو شیعہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی نے یہ سب کچھ کیا۔ ہر بات میں سر تسلیم خم کیا۔ مگر ایسا کرنے میں حضرت علی نے اپنی حفاظت کا سامان کیا۔ اور عین ہوشیاری سے کام لیا۔ اگر ایسا نہ کرتے۔ تو مارے جاتے۔ اس فعل کا نام شیعہ حضرات کے نزدیک تقیہ ہے۔ اس کو وہ کتاب اللہ سے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے پہلے میں ان کے دلائل کو لیتا ہوں۔ کہ جن سے ان کے نزدیک تقیہ نکلتا ہے۔ اور ثابت کروں گا۔ کہ درصل خدا تعالیٰ کے پاک کلام کا یہ منشا ہرگز نہیں۔ بلکہ اس سے اور ہی مطلب مستنبط ہوتا ہے۔ جس کی دلیل میں قرآن مجید کو ہی پیش کروں گا۔ سب سے پہلے تقیہ کی تعریف کو ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ تاکہ یہ دیکھا جا سکے۔ کہ آیا یہ تعریف قرآنی آیت سے نکلتی ہے یا محض نام آنے سے مصطلح بات مراد لیتے ہیں۔ پس تقیہ کی تعریف یہ ہے۔ کہ انسان دل میں ایمان رکھکر بخوف دشمن دین خلاف شرع اظہار کرے ؛

---

(۱۱) ان کے نزدیک اس کی دلیل سورۃ نحل ع۱۴ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدراً فعلیھم غضب من اللہ ولھم عذاب عظیم۔ کہ جو اللہ کا انکار کرے اس پر ایمان لانے کے بعد باستثنا اس کے جو مجبور کیا جاوے۔ مگر اس کا دل اس پر مطمئن ہو۔ لیکن جو بشرح صدر کفر کو قبول کرے۔ تو اس پر اللہ کا غضب نازل ہوگا۔ اور ان پر بڑا عذاب ہوگا۔

اس سے ثابت ہوا۔ کہ تقیہ جائز ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دل سے اطمینان قلبی والے کو مستثنیٰ کیا ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ ایسا کرنا درست ہے۔

مگر دیکھنا یہ چاہیئے۔ کہ آیت کا سیاق و سباق ہمیں کیا کہتا ہے۔ آیت تو ہمیں صاف بتائے دیتی ہے کہ یہاں پر وہ شخص گنہ گار قرار دیا گیا ہے۔ گو وہ اتنا گنہ گار نہیں جتنا کہ کافر تاہم وہ گنہ گار ضرور ہے۔ فرق صرف اتنا ہے۔ کہ اس گنہ کے کمزور ایمان والے مجبوری کی حالت میں مرتکب ہیں۔ تاکہ وہ کافر نہ بن جاویں۔ اور ایمان کو ہاتھ سے نہ کھو بیٹھیں۔ یہ بات اس طرح پر معلوم ہو سکتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم (جو کہ کفر کی سزا ہے) سے اس شخص کو مستثنےٰ کر دیا۔ مگر یہ نہیں کہا۔ کہ اس کو بے گناہ قرار دیا ہو۔ علاوہ ازیں خدا تعالیٰ نے آگے جا کر اس کی سزا مقرر کر کے بتا دیا۔ کہ یہ گناہ اور جرم ہے۔ کیونکہ اس کی سزا یہ فرمائی۔ ثم ان ربک للذین ھاجروا من بعد ما فتنوا ثم جاھدوا وصبروا ان ربک من بعدھا لغفور رحیم۔ پہلے وہاں سے ہجرت کرے۔ پھر آکر ان فتنہ پردازوں کے ساتھ جہاد کرے۔ اور جہاد کے مصائب پر صبر کرے۔ تب جا کر اس کا یہ گناہ معاف ہوگا ؛

اور ایسا کرنے کی صرف ان لوگوں کو اجازت ہے۔ جو کہ کمزور ایمان والے ہوں۔ لیکن مسلمہ فریقین ہے۔ کہ آنحضرت کے خلفاء اس سے بہت بالا تھے۔ ان کے متعلق کمزوری ایمان کا وہم و گمان ہی نہیں ہو سکتا۔ پس اس آیت کو حضرت علیؓ ایسے عظیم الشان مومن پر چسپاں کرنا صریح عقل کے خلاف ہے ؛

تقیہ کے اثبات کے لئے دوسری دلیل پ۲۴ ع۳۔ وقال رجل مؤمن من ال فرعون یکتم ایمانہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان چھپانا جائز ہے۔

اس کے جواب میں عرض ہے۔ کہ یہ آیت بھی تقیہ کو جائز ثابت نہیں کرتی۔ بلکہ یہاں پر تو معاملہ ہی اور ہے۔ کیونکہ آپ کے زعم میں جو شخص تقیہ کرتا ہے۔ اس کی جان کا خطرہ نہیں۔ بلکہ خطرہ تو کسی اور کے قتل کا ہے۔ جیسے کہ اتقتلون رجلاً سے ظاہر ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ جس کا خطرہ ہے۔ اس نے صاف کہدیا۔ کہ انی عذت بربی۔ علاوہ ازیں یہاں پر یکتم ایمانہ ہے۔ اور تقیہ تب بنتا ہے۔ کہ جب وہ کہے۔ انا کافر۔ کیونکہ کتم ایمان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور چیز ہے۔ اور اظہار کفر اور بات۔ تیسرے یہ کہ وہ پہلے چھپاتا رہا۔ اب موقع پر آکر اس نے صاف اظہار کر دیا۔ پس یہاں سے بھی تقیہ ثابت نہیں ہوتا ؛

تیسری دلیل :- خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ فراغ الی الھتھم۔ حضرت ابراہیم ان کے معبودوں کی طرف گئے۔ خدا تعالیٰ نے ان کے معبودان باطلہ کو الٰہ کہا۔ تو کیا وہ اس سے معبود برحق بن گئے؟ ہرگز نہیں۔ پس اگر حضرت علی نے خلفاء ثلاثہ کو امیر المومنین خلیفہ یا امام کہا۔ تو اس سے وہ خلیفہ برحق نہیں ہو سکتے ؛

اس کے جواب میں یاد رہے۔ کہ یہاں پر ھم کی ضمیر موجود ہے۔ اور ان کے معبودوں کی طرف اور فی الواقع وہ ان کو معبود سمجھتے تھے۔ مگر حضرت علی تو اصحاب ثلاثہ کو اپنا امام اور خلیفہ کہتے تھے۔ پس نسبت میں اختلاف ہوا۔ اس لئے اس کو اس پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے +

چوتھی دلیل :- نبی کریم صلعم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر بسم اللہ اور رسول اللہ کا لفظ کاٹ دیا۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ تقیہ جائز ہے۔ مگر واضح ہو۔ کہ یہاں سے تقیہ کا مفہوم نہیں نکلتا۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے اپنا مذہب چھپایا نہیں۔ بلکہ آپ نے فرمایا۔ انا رسول اللہ وانا ابن عبد اللہ بلحاظ موقع کے جو مناسب تھا۔ لکھ دیا گیا۔ کیونکہ وہ معاہدہ کا موقع تھا۔ اور اس پر وہی الفاظ لکھے جا سکتے تھے۔ جو مسلمہ فریقین ہوتے۔

دیگر بسم اللہ کا لفظ کاٹ کر آپ نے عین منشاء قرآنی ایاما تدعوا فلہ الاسماء الحسنیٰ کے مطابق آنحضرت نے بسمک اللھم کے الفاظ لکھوائے۔ پس چونکہ یہ قرآن پاک کا فرمان ہے جس کے اظہار میں حضورؐ نے کوئی دریغ نہیں کیا۔ تقیہ تو تب ہوتا۔ کہ جب آپ باسم الودیا باسمہ الیغوث لکھواتے ؛

علاوہ اس کے حضرت علی رضؓ اس موقع پر موجود تھے۔ حضرتؐ نے انہیں کاٹنے کو حکم دیا۔ مگر حضرت علی رضؓ نے صاف انکار کر دیا۔ اگر یہ تقیہ کا موقع تھا۔ اور تقیہ جائز تھا۔ تو حضرت علی رضؓ نے اس کے خلاف کیوں کیا۔

دیگر یہ کہ حدیبیہ کا موقع ایسا تھا۔ کہ اس میں مسلمانوں کا پہلو غالب تھا۔ تبھی تو مسلمان مدینہ سے چلکر مکہ سے صرف تین میل کے فاصلہ پر آکر ٹھیرے تھے۔ ورنہ اگر مغلوب ہوتے۔ تو اتنا بڑھ نہ سکتے۔ اور یہ نہ ہو سکتے۔ کہ دوسرے سال پھر آجانا۔ اور عمرہ کر جانا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ موقع خطرہ کا نہ تھا۔ پس یہاں سے تقیہ کا اثبات کسی طرح بھی درست نہیں ؛

یہاں تک میں نے شیعہ حضرات کے استدلالات کو باطل کیا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ جہاں وہ چیلنج مارنا چاہتے ہیں۔ وہ موقع مناسب نہیں۔ بلکہ اس کا مطلب اور ہے۔ جس کو وہ سمجھ نہیں سکتے۔ اور جس کو قرآن پاک نے خود ہی واضح کر دیا ہے۔ اب اس کے بعد میں وہ دلائل پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جس سے کہ تقیہ کا بطلان واضح ہے۔

۱۔ حضرت علی کا خلافت ابوبکر سے لے کر خلافت عثمان تک جو کہ پچیس برس کا عرصہ ہے۔ کفار کی بیعت۔ ان کی اطاعت اور خلافت پر ایمان بسبب تقیہ کے ہو سکتا ہے۔ تو اگر کوئی خارجی آپ کے رسالت آنحضرت صلعم پر ایمان کو بسبب تقیہ کے قرار دے۔ تو اس کا کیا جواب ہے۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا ؛

۲۔ یہ فطری قانون ہے۔ کہ ایک عرصہ اپنی فطرت کو تکلف کے ساتھ دبانے سے وہ تکلف طبیعت بن جاتا ہے۔ اگر ایمان کو دبایا جائے۔ اور اس کے مطابق نیک اعمال بجا نہ لائے جاویں۔ تو تھوڑے عرصہ کے بعد وہ ایمان جاتا رہے گا۔ پس تقیہ اس لئے ناجائز ہوا۔ کہ اس سے ایمان کے جاتے رہنے کا اندیشہ ہے +

۳۔ عقلاً ایمان اور کفر کے معاملہ میں چار ہی گروہ ہو سکتے ہیں۔ ۱۔ دل میں بھی کفر اور ظاہراً بھی کفر۔ ۲۔ دل میں ایمان اور ظاہراً بھی ایمان۔ ۳۔ دل میں کفر اور ظاہر میں ایمان۔ ۴۔ دل میں ایمان اور ظاہر میں کفر۔ مگر قرآن کریم نے تین گروہوں کا ذکر کیا ہے۔ چوتھے کا بالکل ذکر نہیں فرمایا۔ جس سے صاف ثابت ہے۔ کہ یہ چوتھا (تقیہ والا) گروہ نہ عقلاً اور نہ نقلاً (از روئے قرآن کریم) صحیح ہو سکتا ہے۔ سوائے عارضی اور وقتی طور کے۔ جو کہ کمزور ایمان والوں کو اجازت ہے دوام کی اجازت نہیں ؛

۴۔ منافق اور کافر میں بلحاظ کفر کے کوئی فرق نہیں مگر باوجود اس کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔ یعنی نفاق کی سزا کفر سے زیادہ ہے۔ جس کی وجہ محض دلی عقیدہ کو چھپانا اور بزدلی ہے۔ پس جب کفر کے چھپانے سے سزا بڑھ جاتی ہے۔ تو ایمان کے چھپانے سے ۱۰ درجہ اولیٰ بڑھ جانی چاہیئے +

۵۔ حضرت علی رضؓ نے مکہ کی زندگی میں دل میں اسلام رکھا۔ اور ظاہر میں بھی اسلام رکھا۔ اگر تقیہ جائز ہوتا۔ تو آپ ظاہر میں بھی بت پرستی کرتے ؛

۶۔ حضرت علی رضؓ کو جب مکہ میں کفار کی وجہ سے تکالیف پہونچیں۔ تو انہوں نے ایمان بچانے کیلئے وہاں سے ہجرت کی۔ اگر آپ کو مدینہ میں بھی ایمان بچانے کی ضرورت پڑتی۔ تو ضرور وہاں سے ہجرت کرتے۔ لیکن انہوں نے خلافت عثمان تک ہجرت نہ کی۔ یہ بتاتا ہے۔ کہ آپ کو اس عرصہ میں ایمان بچانے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ اگر کہو۔ کہ انہوں نے کوفہ میں ہجرت کی۔ تو یاد رہے۔ کہ یہ اس وقت کی جبکہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ان کی اپنی خلافت تھی۔ اور ڈر نہیں رہا تھا۔

۷۔ جبر کی صورت میں ایمان چھپانا جائز ہے۔ یا فرض۔ اگر کہو جائز ہے۔ تو پھر وہ افضل ہے۔ یا اس کا غیر۔ قرآن سے ثابت ہے۔ کہ ان ربک من بعدھا لغفور رحیم۔ کہ جبر کی صورت میں ایمان چھپانے سے گناہ لازم ہے۔ معلوم ہوا کہ اس کا غیر افضل ہے۔ اور امام کے لائق وہی بات ہے۔ جو اولیٰ اور افضل ہے۔ اس لئے تقیہ حضرت علی کی شان کے خلاف ہے۔ اور اگر فرض تھا۔ تو امام حسین نے یزید کی بیعت کیوں نہ کر لی۔ پس معلوم ہوا۔ کہ تقیہ فرض نہیں ہے۔ اور اس کا نہ کرنا بہتر ہے بہ نسبت کرنے کے۔

۸۔ حضرت عمار کو اگر تقیہ کی مثال میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ تو ان کے ماں باپ کو شیعہ کیا سمجھتے ہیں۔ یقیناً نیک اور شہید سمجھتے ہیں۔ پس ان کے حق میں غلطی اور تجویز کرنے سے بہتر یہی بات ہے۔ کہ ان کے حق میں اولیٰ اور نیک بات تجویز کی جاوے۔ پس کیا وجہ ہے۔ کہ شیعہ حضرات علی کے شان کے مناسب یا سر کا واقعہ پیش نہیں کرتے۔ بلکہ عمار کو پیش کرتے ہیں۔

۹۔ جس طرح کمزور ایمان والوں کی رعایت کے لئے قرآن کریم میں ڈر کے مارے ایمان چھپا دینے کو بعض شرائط کے ساتھ کفر قرار نہیں دیا۔ اسی طرح انبیاء اور قوی ایمان والوں کے لئے شجاعت اور بے خوفی کو لازم قرار دیا ہے۔ جیسے کہ فرمایا۔ لا یخافون لومۃ لائم۔ لا یخشون الا اللہ۔ لا یخافون احداً الا اللہ۔ ھم من خشیتہ مشفقون۔ لا تخف انی لا یخاف لدی المرسلون۔ تقیہ کے روا رکھنے کی صورت میں خلفاء اللہ عظیم القدر مومنین کے واسطے وہ بات تسلیم کرنی پڑیگی۔ جو کہ قرآن پاک نے کمزوروں کی رعایت رکھتے ہوئے اجازت دی ہے۔ لیکن تعجب کا مقام ہے۔ کہ وہ بات جو خلفاء کی شان کے شایان بات ہے۔ وہ ان کے حق میں پیش نہ کی جاوے۔

۱۰۔ آیت استخلاف جس میں خلفاء کا ذکر ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے خلفاء کی ایک پہچان بتائی ہے کہ ولیبدلنھم من بعد خوفھم امناً۔ کہ ایام خلافت میں خوف کے موقع پیش آویں گے۔ وہ دور ہو جاویں گے۔ جیسے کہ حضرت ابوبکر کو اوائل خلافت میں ارتداد عرب کا خوف پیش آیا۔ مگر دور ہو گیا۔ دوسری ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم لا تقیۃ لھم۔ کہ دین ان کا قائم ہوگا۔ وہ چھپائیں گے نہیں۔ یعبدوننی لا یشرکون بی شیئاً۔ وہ خالص خدا کی عبادت کرتے ہونگے۔ اس میں کسی کو شریک نہیں ٹھیراتے ہوں گے۔ مگر حضرت علی رضؓ آپ کے اعتقاد کے موجب نماز پڑھتے وقت ابوبکر کو شریک ٹھیراتے تھے۔ پس آیت میں خلفاء کی تین علامتیں بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ ان کا خوف دور ہونا۔ ۲۔ ان کا اپنے دین کو ظاہر کرنا۔ ۳۔ عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا۔ اگر ہم حضرت علی کو تقیہ باز سمجھیں۔ اور ان کو خلیفہ اوّل بلا فصل تسلیم کریں۔ تو ان میں تینوں علامتوں میں سے کوئی ایک بھی پوری نہیں ہوتی۔ پس یا تو حضرت علی قرآنی بیان کے مطابق ۲۵ برس تک خلافت کے مالک نہ تھے۔ اور یا اگر تھے۔ تو قرآن کے فرمودہ بیان پر پورے نہیں اتر سکتے۔ دوسری صورت میں جو قباحت لازم آتی ہے۔ وہ بالکل بیّن ہے۔ اس لئے پہلی صورت ہی قابل تسلیم ہے۔ وھو المدعی۔ پیش کردہ دلائل عقلیہ و نقلیہ سے تقیہ جڑ سے اکھڑ جاتا ہے۔ اور اس پر زائد اضافہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ بلکہ اہل بصیرت کے لئے تو دو تین ہی دلائل کافی ہو سکتے ہیں۔ تاہم اتمام حجت اور ہر ایک کے نفع حاصل کرنے کو میں نے سب کے سب اختصار کے ساتھ بیان کر دیئے ہیں۔ کاش کہ غور

پیغامی مشن

ڈیرہ غازیخاں میں پیغامیوں کی مسجد ویران

دیکھو ادھر جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو
میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہے

مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء نے جو سزا خلافت محمود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے انکار سے بھگتی ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔ ہر جگہ انکی ناگفتہ بہ حالت پر بیکسی آٹھ آٹھ آنسو روتی ہے۔ مگر یہ ہیں۔ کہ ان کے کانوں پر جوں بھی نہیں رینگتی مگر یہ سب کچھ کیوں ہے۔ اور کس لئے ہے۔ افسوس ہے۔ کہ پیغامیوں نے اس پر کبھی غور نہیں کیا۔ انہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی پاک اولاد کے لئے دعائیں کرتے ہوئے آج سے کئی سال پیشتر فرمایا تھا ؎

گڑھے میں تو نے سب دشمن اتارے
ہمارے کر دیئے اونچے منارے

جہاں خدا تعالیٰ نے پیغامیوں کے مرکز کو ایک گڑھے میں ڈال کر اس پیشگوئی کو لفظی طور پر پورا کر دیا۔ اور قادیان میں مینارہ بنوا دیا۔ وہاں اس قادر خدا نے معنوی طور پر بھی اس پیشگوئی کو پورا کر دیا۔ آج میں جس واقعہ کے متعلق قلم اٹھانا چاہتا ہوں۔ وہ ان کی مذہبی بے حمیتی پر برہان صریح ہے اقبال نے تو غیر احمدی مسلمانوں کی مساجد کے متعلق صرف اسی قدر لکھا تھا۔ کہ ؎

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحبِ اوصاف حجازی نہ رہے

لیکن اہلِ پیغام نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ ان کی مساجد کی وہ حالت ہے۔ کہ آدمی دیکھکر انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ اور ان کی اس ذلت کو محسوس کرتا ہے۔ میرے خیال میں ان کو یہ ذلت ضرور نصیب ہونی چاہیئے تھی۔ کیونکہ جہاں انہوں نے ایک مامور کو مرسل۔ نبی اللہ اور پیغمبر آخر زمان" تسلیم کرنے کے بعد اس کی شان کو محض غیر احمدی مسلمانوں کو ساتھ ملانے کی خاطر گھٹایا۔ وہاں خدا کے قائم کردہ خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو بھی جھٹلایا۔ اور اس پاک وجود کو گالیاں دینا اور گالیاں دینے والوں کی مدد کرنا کارِ ثواب سمجھا۔ اس لئے ضرور تھا۔ کہ خدا تعالیٰ کا جلالی ہاتھ اپنی عظمت دکھاتا۔ اور ان کو ذلت کا منہ دیکھنا نصیب ہوتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اس کے ثبوت میں صرف ایک واقعہ پیش کروں گا۔ تاکہ دعویٰ بلا دلیل نہ رہے۔ وھو ھذا ؎

۱۹۲۷ء میں چند لوگ احمدیوں میں ایسے پیدا ہو گئے۔ جنہوں نے خلیفۂ برحق کا انکار کیا۔ محض اس وجہ سے کہ وہ ابھی "بچہ" ہے۔ حالانکہ انہیں معلوم تھا۔ کہ مسیح موعود کے زمانے میں چھوٹے بڑے کر دیئے جائیں گے۔ انہیں معلوم تھا۔ کہ کبر کی عادت بُری چیز ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس علیہ السلام نے بھی فرمایا تھا۔ کہ ؎

چھوڑو غرور و کبر کہ تقویٰ اسی میں ہے
ہو جاؤ خاک مرضیٔ مولا اسی میں ہے

چنانچہ انہوں نے تکبّر کی عینک کو آنکھوں پر چڑھایا۔ اور ہر پاک نصیحت کے سننے سے اپنے کانوں کو بند کر لیا۔ اور جماعت احمدیہ میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش کی۔ چنانچہ ڈیرہ غازیخاں میں بھی جماعت سے کچھ آدمی علیحدہ ہو گئے۔ اور انہوں نے خدا کے قائم کردہ خلیفہ کی بیعت نہ کی۔ ان غیر مبایعین نے ایک مسجد بنوائی۔ جس میں ایک مختصر سا چبوترہ ایک پاخانہ اور ایک چھوٹی سی کوٹھڑی پانی کے لئے بنوائی۔ چند ماہ تک یہ مسجد میں اکّا دکّا نماز پڑھتے رہے۔ بعد میں وہی حال ہوا۔ کہ ؎

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے

اب یہ حالت تو عام طور پر پائی جاتی ہے۔ مگر انہیں اس سے زیادہ یہ ذلت نصیب ہوئی۔ کہ آہستہ آہستہ لوگوں نے اس میں آکر پیشاب کر کے اس کی آبیاری کرنی شروع کی۔ اس کے ساتھ ہی گندگی کی بھی ضرورت تھی۔ اس لئے اس کو مصلحت سمجھکر انہوں نے پاخانہ بھی پھرنا شروع کر دیا۔ یہانتک کہ تمام جگہ پاخانے سے پُر ہو گئی۔ اگر کُتّے کو بھی پاخانہ آتا۔ تو وہ بھی پیغامیوں کی جائے نماز کو محفوظ جگہ سمجھکر قدم رنجہ فرماتا۔ پیغامیوں کو انکی اس مسجد کی حالت کے متعلق بار بار تنبیہ کیا۔ مگر ایک کان آئی۔ اور دوسرے کان نکل گئی والا معاملہ ہوا۔ اور چکنے گھڑے کی طرح تمام اثر زائل ہوتا رہا۔

اے پیغامیو! خدا کے لئے سوچو۔ کہ یہ ذلت کیوں اور کس لئے۔ سوچو کہ وہ کونسا گناہ ہے۔ جو یہ ذلت تمہیں دکھا رہا ہے۔ وہ کونسی خطا تھی۔ جس کے بدلے یہ "گڑھا" نصیب ہوا۔ آؤ مولوی محمد علی صاحب! آپ بھی اچھے آدمی تھے۔ دشمن مت بنو اور گڑھے میں مت پڑو۔ آؤ اونچے منارے کی طرف کھچ آؤ ؎

پیغامیو! خدا نے آپ کی ڈیرہ غازیخاں کی مسجد کو آپ کی ذلت پر شاہد بنانے میں اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ اور سنئے۔ کہ امیر مولوی محمد علی صاحب کے بڑے بھائی ڈیرہ غازیخاں تشریف لائے۔ اور مسجد کی اس زبون حالت کو دیکھکر ایک کارآمد مکان میں تبدیل کرنے کے لئے ماسٹر محمد بخش صاحب کو تحریراً اختیار دیا۔ کسی مسلمان نے مسجد کی اس بے حرمتی کو پسند نہ کیا۔ مگر ایک کمپنی نے مبلغ دو روپے کرائے پر اس مسجد کو لے لیا۔ اور اس میں باقاعدہ ڈرامے رقص و سرود کی محفلیں شروع ہو گئیں۔ استغفر اللہ ربی۔

کسی غیور مسلمان کو مسجد کی یہ بے عزتی طاقت برداشت سے باہر معلوم ہوئی۔ اور اس نے مجسٹریٹ کو اطلاع دی۔ چنانچہ فوراً ہی کمپنی کے مینجر وغیرہ اور مسجد کے متعلم انچارج کے نام وارنٹ جاری ہو گئے۔ انچارج صاحب خود ہی عدالت میں چلے گئے۔ اور مولوی عزیز بخش صاحب کی تحریر دکھا کر اپنی رہائی کروائی۔ کمپنی والوں نے معافی مانگی۔ حکم صادر ہوا۔ کہ یا تو باقاعدہ نماز پڑھو نہیں تو قفل لگاؤ۔ اپنی اس ذلت کو محسوس کرتے ہوئے پیغامیوں کو نماز پڑھنی چاہیئے تھی۔ مگر خدا تعالیٰ انہیں مخالفت محمود کا مزا چکھانا چاہتا تھا۔ اس لئے انہوں نے اس کو قفل لگا کر ثابت کر دیا۔ کہ پیغامی قعرِ مذلت میں جا رہے ہیں۔ اب ان کا باہر نکلنا آسان نہیں ؎

یہ معاملہ اگر مذہبی لحاظ سے دیکھا جائے۔ تو اس سے بڑھکر ذلت ناممکن ہے۔ مگر اُن کے لئے جو محسوس کریں۔ جو واقعات سے عبرت حاصل کرنے کے لئے دماغ رکھتے ہوں۔ فتدبروا۔ فتدبروا۔ اے فرقۂ غیر مبایعین سوچو۔ کہ وہ کس کا ہاتھ ہے۔ جو تمہیں شرمندگی دلاتا ہو۔ سوچو کہ وہ کس کا ہاتھ ہے۔ جس نے دو کنگ کی مسجد کے ذریعہ تمہاری رسوائی کرائی۔ اور پھر ہر جگہ تمہیں ناکامی اور نامرادی کا منہ دکھایا۔ سوچو کہ وہ کس کا ہاتھ ہے۔ جس نے تمہیں واقعی طور پر گڑھے میں گرایا۔ اور قادیان کی پاک بستی میں منارہ قائم رکھا۔ سوچو کہ وہ کس کا ہاتھ ہے۔ جس نے تمہارے مذہبی سنٹر کو جسے جامعہ مسجد کہتے ہیں ایک منزل نیچا کیا۔ اور سوچو کہ وہ کس کا ہاتھ ہے۔ جس نے قادیان دارالامان کی مسجد اقصےٰ کو ایک منزل اونچا کیا۔ فاعتبروا یا اولی الالباب واللابصار۔ اے پیغامیو۔ اب خدا کے واسطے ٹھنڈے دل سے سوچو۔ کہ حضرت مسیح موعود

Digitized by Khilafat Library Rabwah

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی جو مندرجہ ذیل الفاظ میں کی گئی تھی۔ کس طرح پوری ہوئی ؎

گڑھے میں تو نے سب دشمن اتارے
ہمارے کر دیئے اونچے منارے

ہمارے بگڑے ہوئے دوستو! یاد رکھو۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے۔ کہ راہ حق کی طرف کھچ آؤ۔ اور خدا کے قائم کردہ خلیفہ کو مان لو۔ تاکہ اس ذلت سے بچو۔ جو مخالفتِ محمود سے خدا کی طرف سے تمہیں نصیب ہو رہی ہے۔ اور اپنے خدا کے فضلوں کے وارث بنو۔ جو نضل عمر کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں۔ ورنہ آنے والی مزید ذلتوں کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

وما نالوك نصحاً يا حبيبي
وجاهدنا ليربط النصاح

ترجمہ:۔ اے دوست ہم نصیحت کرنے میں کمی نہیں کرتے۔ اور ہم کوشش کرتے ہیں۔ کہ تعلقات مضبوط ہوں۔

فيا حبّي تفكر في كلامي
فان الفكر للتقوى وشاح

اے دوست میرے کلام کو سوچ۔ کیونکہ فکر اور سوچ تقویٰ کا ہار ہے ؎

(خاکسار ملک سعید احمد احمدی از ہوشیار پور)

منکران خلافت کا مسئلہ کفر و اسلام

اور

حضرت مسیح موعود حکم عدل کا فیصلہ

چند ذی وجاہت اصحاب نے جب سے خلافت سے انکار کیا ہے۔ تب ہی سے غیر احمدیوں کو اپنے میں شامل کرنے کی طرح طرح کی کوششیں کی ہیں۔ منجملہ ان کوششوں کے ایک یہ کوشش بھی ہے۔ کہ "ہم تم کو کافر نہیں کہتے" گویا دوسرے لفظوں میں اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ تم ہمارے کاموں میں شریک ہو کر چندہ دو۔ یہ حضرت زر بھی عجیب چیز ہیں۔ جہاں ان کا قدم درمیان میں آجاوے۔ پھر کیسا ہی کوئی عقلمند انسان ہو۔ ان کا غلام ہو کر اپنے تمام عقل و خرد ہوش و حواس کو خیر باد کہہ دیتا ہے۔ اور جس جس طرح حضرت زر اس کو نچائیں ناچنے لگتا ہے۔ یہ ہی حال ہمارے بچھڑے ہوئے ان دوستوں کا ہے۔ جنہوں نے اپنا مدینہ لاہور کو اس وقت بنایا ہوا ہے۔ اور جن کو روپیہ کی اس وقت از حد ضرورت ہے۔ اور ہر کس و ناکس کے سامنے ہاتھ پھیلانا ان کا کام ہے اللہ تعالیٰ ان کی حالتوں پر رحم فرماوے۔

غیر احمدیوں کا اسلام

حضرت اقدس جناب مسیح موعود نے ۲۶ر دسمبر ۱۹۰۶ء کو ایک تقریر اس موضوع پر فرمائی تھی کہ "احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے" اس تقریر میں حضور نے ایک جماعت الگ بنانے کی وجہ۔ وفات مسیح۔ خشیۃ اللہ۔ علمی۔ اعتقادی غلطیاں وغیرہ وغیرہ غیر احمدیوں کے نقائص ظاہر فرما کر آخیر میں ارشاد فرمایا۔ کہ "غرض اس قسم کی بہت سی باتیں ہیں۔ جو کہ ان لوگوں میں پائی جاتی ہیں (یعنی غیر احمدیوں میں) جن سے خدا تعالیٰ ناراض۔ ہے۔ اور جو اسلامی رنگ سے بالکل مخالف ہیں۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ اب ان لوگوں کو مسلمان نہیں جانتا۔ جب تک کہ وہ غلط عقائد کو چھوڑ کر راہ راست پر نہ آجاویں۔ اور اس مطلب کے واسطے خدا تعالیٰ نے مجھے مامور کیا ہے۔ کہ میں ان سب غلطیوں کو دور کر کے اصلی اسلام پھر دنیا میں قائم کروں"

حضورؑ کے اس فقرہ میں چار باتیں قابل غور ہیں جن پر نمبر ڈال دیئے گئے ہیں (۱) خدا تعالیٰ کی ناراضگی غیر احمدیوں سے (۲) ان باتوں کا غیر احمدیوں میں پایا جانا۔ جو اسلامی رنگ سے بالکل مخالف ہیں۔ (۳) سب سے بڑی اور فیصلہ کن بات جو حضور نے ارشاد فرمائی۔ وہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اب ان لوگوں کو (غیر احمدیوں کو) مسلمان نہیں جانتا۔ حضور کے اس فقرہ نے گویا فیصلہ ہی کر دیا۔ مسئلہ کفر و اسلام کا۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ حضورؑ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا۔ کہ میں ان لوگوں کو مسلمان نہیں جانتا۔ بلکہ ارشاد یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مسلمان نہیں جانتا۔ پس کیا میں مولوی محمد علی صاحب امیر المنکرین اور ان کے گروہ سے دریافت کرنے کی یہ جرأت کر سکتا ہوں۔ کہ خدا کے علم کے مقابلہ میں ان کا علم زیادہ ہے۔ جو وہ غیر احمدیوں کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ اور اگر نہیں۔ تو بجز اس کے کیا کہا جائے۔ کہ مسیح موعودؑ کا فرمانا غلط ٹھہرتا ہے۔ اور پھر جس کو وہ مسیح موعودؑ تسلیم کرتے وہ حکم و عدل نہیں رہتا ہے ؎

کیا غیر احمدیوں نے غلط عقائد چھوڑ دیئے؟

چوتھی بات حضور نے یہ ارشاد فرمائی ہے کہ "جب تک وہ غلط عقائد کو چھوڑ کر راہ راست پر نہ آجاویں" ممکن ہے مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء یہ کہدیں۔ کہ غیر احمدیوں نے غلط عقائد چھوڑ دیئے ہیں۔ ہم مولوی محمد علی صاحب کے شکر گذار ہونگے اگر وہ غیر احمدیوں سے اور عقائد کا تو خیر ذکر ہی کیا ہے صرف ایک عقیدہ حیات مسیحؑ ہی کی نسبت شائع کرادیں۔ کہ انہوں نے چھوڑ دیا ہے۔ اور وفات مسیح تسلیم کر لی ہے۔ حضورؑ اس عقیدہ کی نسبت اسی مذکورہ تقریر میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "جو مسلمان اس زمانہ میں یہ عقیدہ پیش کرتے ہیں۔ کہ عیسیٰؑ اب تک زندہ چلا آتا ہے۔ وہ اسلام کے اندرونی دشمن اور اسلام کے واسطے مار آستین ہیں" ؎

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیلہ کے ناکارہ درختوں سے کام لینا

پھل اُتر آنے کے بعد کیلے کے درخت یا تنے عموماً یونہی کاٹ کر پھینک دیئے جاتے ہیں۔ ان سے کوئی کام نہیں لیا جاتا۔ حالانکہ اگر ان سے کوئی کام لیا جائے۔ تو مالی لحاظ سے بھی اس قدر فائدہ ہو سکتا ہے۔ کہ جس قدر کیلے کے پھلوں کی فروخت سے بھی نہیں ہو سکتا ؛

ٹھیک اسی طرح کہ جس طرح گنوں کا رس نکالا جاتا ہے۔ کوہو یا کلہاڑی میں سے کیلہ کے تنوں کو گذار کر ان کا رس نکالیں۔ اس کام کے لئے چھوٹے چھوٹے دستی کوہو بھی تیار کئے جا سکتے ہیں۔ اور ذرا سے تبادلہ کے ساتھ روئی پیلنے کی دستی مشین سے بھی کام لیا جا سکتا ہے۔ صرف اس قدر احتیاط کی ضرورت ہے۔ کہ دباؤ زیادہ پڑ کر کیلہ کے ریشے نہ ٹوٹ جائیں ؛

کیلہ سے نکلے ہوئے رس اور ریشوں کو اکٹھا ہی ایک ایسے حوض میں کہ جو کسی دھات کا نہ ہو۔ لکڑی کا ہو تو زیادہ اچھا ہے چار گنا پانی اور ملا کر ڈال دیں۔ دو دن کے بعد خوب مل کر ریشوں کو باہر نکال لیں۔ اور جس طرح گیہوں سے نشاستہ تیار کیا جاتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح کپڑے میں سے دباؤ دے کر کیلہ کا نشاستہ چھان لیں۔ اور اسی حوض میں پڑا رہنے دیں۔ ریشوں کو خشک کر کے معمولی آلائش سے صاف کریں۔ اور اس کی رسیاں اور رسے۔ ڈوری اور سوت وغیرہ تیار کرائیں۔ نہایت عمدہ اور مضبوط اور کارآمد تیار ہو گا ؛

نشاستہ پر سے پانی نتار کر چینی کے برتن میں یا قلعی چڑھے ہوئے تانبہ کے برتن میں ڈال کر آگ پر پکائیں۔ پانی جل کر کھار باقی رہنے پر آگ پر سے اتار کر کھار کو الگ کر کے باریک پیس کر رکھیں۔ دمہ۔ تپدق سل۔ جریان۔ سیلان رحم اور رحم کے کسی بھی حصہ سے اور کسی بھی وجہ سے خون جلنے اور ذیابیطس وغیرہ امراض کو دُور کرنے کی بہترین دوائی ہے۔ مقدار خوراک آدھی رتی سے دو رتی تک تازہ پانی کے ساتھ۔ دن میں دو تین بار۔

پانی نتارنے کے بعد تہ نشین نشاستہ کو ایک دو پانی میں دھو کر اور پانی نتار کر دھوپ میں خشک کر کے باریک پیس کر چھان کر رکھیں۔ مذکورہ بالا امراض میں مفید ہے۔ مقدار خوراک ایک ماشہ سے تین ماشہ تک مذکورہ بالا طریق پر۔

کیلہ کو "سہسر پھل" کہا گیا ہے۔ یعنی اس پر ایک ہزار پھل آتے ہیں۔ اگر کسی ترکیب سے پورے ایک ہزار پھل حاصل بھی کر لئے جائیں۔ اور دو پیسہ فی پھل کے حساب سے ان کو فروخت کیا جائے۔ تو اکتیس روپیہ چار آنہ حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن اگر کیلے کے تنے سے مذکورہ بالا طریق پر چیزیں تیار کی جائیں۔ تو ایک تنے سے کئی سو روپیہ حاصل کیا جا سکتا ہے کہ ہندوستان کے بے کار۔ بے روزگار یا سرمایہ دار لاکھوں کی تعداد میں ضائع جانے والے کیلہ کے تنوں سے کام لینے کی کوشش کریں گے؟

مارکنگ انک

جب آپ کسی کچی پھلی یا کیلہ کے تنے کو چاقو سے کاٹتے ہیں۔ تو اس کی رنگت سیاہی مائل ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ کیلہ میں ٹینک ایسڈ کی موجودگی سے لوہا کٹ جاتا ہے۔ اور اس کی رنگت نکل آتی ہے۔ کیلہ کے تنے کو کچل کر نکالے ہوئے ایک سیر رس میں پانچ تولہ کیس سبز اور پانچ تولہ گوند کیکر ملا کر بارہ گھنٹہ تک لوہے کے برتن میں رکھیں۔ اس کے بعد چھان کر نرم آنچ میں پکائیں۔ جب پاؤ بھر پانی جل جائے تو آگ پر سے اتار کر شیشیوں میں بھر لیں۔ یہ کپڑوں پر نشان کرنے کی سیاہی یا مارکنگ انک ہے +

توسیع اشاعت

فاروق کی اشاعت بڑھانا ہر احمدی کا فرض ہے۔ کیا آپ نے یہ فرض ادا کیا ہے۔ یا کبھی توجہ فرمائی ہے؟ (مینیجر)

حبّ اٹھرا (رجسٹرڈ) (گودبھری)

مولانا حکیم نور الدین رضی اللہ عنہ شاہی طبیب کا ستر سالہ مجرب نسخہ حبّ اٹھرا گورنمنٹ آف انڈیا سے نظام جان اینڈ سنز کے لئے رجسٹرڈ ہو چکا ہے۔ جو دوسری جگہ سے نہیں مل سکتا۔ اگر آپ کو اولاد کی خواہش ہے۔ تو یہی حبّ اٹھرا رجسٹرڈ گھر میں استعمال کرائیں۔ اگر آپ نے بے اولادی کا اندھیرا دور کرنا ہے تو حبّ اٹھرا رجسٹرڈ ضرور استعمال کرا دیں۔ اگر آپ کو بفضلِ خدا۔ ذہین۔ خوبصورت۔ باعمر۔ تندرست بچوں کی ضرورت ہے۔ تو حب اٹھرا رجسٹرڈ ہی استعمال کرا دیں۔ حبّ اٹھرا امراض اٹھرا کا تریاق ہے اٹھرا کی شناخت حمل گر جاتے ہیں۔ مردہ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ پیدا ہو کر مر جاتے ہیں۔ اٹھارہ سال تک نہیں پہنچتے۔ حبّ اٹھرا رجسٹرڈ رحم کی تمام کمزوریاں دُور کرتی۔ بچہ کو طاقتور بناتی۔ حمل کو گرنے سے روکتی اور پیدائش میں بھی آسانی ہوتی ہے۔ بچہ اور والدہ کے لئے تریاق ہے۔ قیمت فی تولہ عہ۔ مکمل خوراک ۱۱ تولہ۔ یکدم منگوانے پر صرف لہ ۱۱ روپیہ علاوہ محصول نصف منگوانے پر صرف محصول معاف۔

المشتہر

نظام جان اینڈ سنز دواخانہ معین الصحت قادیان

بقیہ مضمون صہ ۲

متاثر نہیں ہوتی۔ غرض جب تک اضطرار کی حالت پیدا نہ ہو اور دعا کرنیوالے کا قلق دعا کرانے والے کا قلق نہ ہو جائے۔ کچھ اثر نہیں کرتی۔ بعض اوقات یہی مصیبت آتی ہے کہ لوگ دعا کرانے کے آداب سے واقف نہیں ہوتے۔ اور دعا کا کوئی بین فائدہ محسوس نہ کر کے خدا تعالیٰ پر بدظن ہو جاتے ہیں۔ اور اپنی حالت کو قابل رحم بنا لیتے ہیں۔ بالآخر میں کہتا ہوں۔ کہ خود دعا کرو یا دعا کراؤ۔ پاکیزگی اور طہارت پیدا کرو۔ استقامت چاہو۔ اور توبہ کے ساتھ گر جاؤ۔ کیونکہ یہی استقامت ہے۔ اس وقت دعا میں قبولیت نماز میں لذت پیدا ہو گی۔ (از الاسلام قادیان)

ضبط شدہ از الاسلام قادیان سے شائع کردہ